یوم حساب

مصنف: ہارون یحییٰ

یومِ حساب

''اور آپ کو کیا علم یومِ حساب کیا ہے۔ پھر آپ کو کیا علم یومِ حساب کیا ہے۔ (یہ وہ دن ہوگا) جس روز کسی کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا اور سارا حکم اس روز اللہ ہی کا ہوگا''۔

(سورۃ الانفطار، 19-17)

مصنف

ہارون یحییٰ

مترجم

کامران امجد خان

خزینہ علم و ادب

کریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور ۷۳۱۴۱۶۹

مصنف کا تعارف

اس کتاب کے مصنف جو اپنی تحریریں قلمی نام ہارون یحییٰ کے تحت لکھتے ہیں 1956ء میں انقرہ (ترکی) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے استنبول کی مائمر سنان یونیورسٹی میں آرٹس اور استنبول یونیورسٹی میں فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ 1980ء سے لیکر اب تک ہارون یحییٰ کی سیاست' مذہب اور سائنسی موضوعات پر بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مذہب سے متعلق اُن کا کام نہ صرف دنیا بھر میں بہت پسند کیا گیا ہے بلکہ اُن کی یہ کوششیں بہت سے لوگوں کے لیے اللہ پر ایمان کی طرف لوٹنے اور کئی دوسرے لوگوں کیلئے ایمان کی پختگی کا سبب ثابت ہوئی ہیں۔ اُن کی کتابیں' ہر عمر' نسل اور قوم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو متاثر کرتی ہیں کیونکہ ان کا بنیادی مقصد' پڑھنے والے کو مختلف اہم موضوعات کے بارے میں سوچنے پر مائل کرنا ہوتا ہے' جیسے کہ اللہ اور اس کی وحدانیت کی حقیقت اور اس کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت زندگی گذارنے جیسے موضوعات۔

ہے تمہارا رب دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں داخل کرے گا ایسے باغات میں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس روز رُسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو اور ان کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے (اس روز) ان کا نور ایمان دوڑتا ہو گا ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب وہ عرض کریں گے' اے ہمارے رب! مکمل فرمادے ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش دے ہمیں 'بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے''۔

(سورۃ التحریم، 8)

یہ کتاب روز حساب اور اس روز پیش آنیوالے واقعات سے آگاہ کرتی اور اس روز کی سختیوں سے خبردار کرتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ روز حساب سب لوگوں کیلئے حقیقت ہے اور اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کتاب آپ کو روز حساب کی سچائی اور حقیقت پر قرآنی آیات کی روشنی میں سوچنے میں مدد دے گی۔

اس کتاب کا مقصد آپ کو اس دن سے خبردار کرنا ہے جس روز آپ کو تمام حقیقتوں کا سامنا کرنا ہو گا اور اس کا مقصد آپ کو اس روز کی سختیوں سے محفوظ رہنے اور جنت کی ابدی زندگی کیلئے راہنمائی فراہم کرنا بھی ہے۔ اس روز پیش آنیوالے حیرت انگیز واقعات' لوگوں کو اس پر غور کیلئے مائل کرنے کا اہم سبب ہیں۔ اسی وجہ سے' ہم اس پوری کتاب میں روز حساب کے متعلق تفصیلات بیان کریں گے اور اس کی حقیقت کی وضاحت کریں گے۔

فہرست مضامین

روزِ حساب قریب ہے

"اور قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں جا چکے ہیں۔" (سورۃ الحج، 7)

موت ہر گزرنے والے لمحے کے ساتھ ہمارے قریب آ رہی ہے۔ آپ بوڑھے ہیں یا جوان ہر دن بلکہ ہر منٹ آپ کو موت کے قریب لے کر جا رہا ہے۔ آپ کا کوئی عمل اور آپ کی کوئی کوشش اس حقیقت کو بدلنے سے قاصر ہے کہ آپ اور آپ کے گرد ہر فرد اور ہر شے جس سے آپ کو پیار ہے سب فانی ہے۔ ہر ذی روح کی طرح آپ بھی اس لمحے کے قریب ہو رہے ہیں جب سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

صرف انسانیت کو ہی زوال کا خطرہ لاحق نہیں ہے۔ یہ زمین اور اس پر موجود ہر ذی روح حتیٰ کہ پوری کائنات ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ قیامت کا دن ہولناک اور ناقابل تصور خوف اور ڈر کا حامل دن ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ دن انتہائی حیرت انگیز بھی ہے۔ اس دن زمین ہموار کر دی جائے گی۔ ستارے بجھ کر فنا ہو جائیں گے اور سورج اپنی روشنی کھو دے گا۔ تمام انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تا کہ وہ اس دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں جس کو وہ جھٹلاتے آئے تھے۔ یہ دن انکار کرنے والوں کیلئے سخت ہولناک ہو گا۔ اس روز صرف اللہ کی حکمرانی ہو گی جو پوری کائنات کا مالک ہے۔

اکثر لوگوں کے اعتقاد کے برخلاف قیامت کا دن قریب تر ہے۔ اس دن زمین پھٹ جائے گی اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ خواہشات غصہ' امید'

لالچ، دشمنی، حسد، اور خوشی اپنے اختتام کو پہنچیں گی۔ جو لوگ اس حقیقت کو بھلا بیٹھے تھے کہ انہیں ایک دن اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے ان کے مستقبل کے پلان بے معنی ہو کر رہ جائیں گے ان کا اللہ اور آخرت کو جھٹلانے کا امر ختم ہو جائے گا۔ اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گا جو نا ختم ہونے والی ہوگی۔ اس زندگی کا آغاز ایسا ہولناک ہوگا کہ اس دن دوبارہ زندہ ہونے والے موت کی تمنا کریں گے۔ اس زندگی کا آغاز یوم حساب سے ہوگا جو بغیر کسی شک کے بہت قریب ہے۔

زمین پر زندگی عارضی اور موت برحق ہے:

بچپن سے آپ کسی مقصد کے حصول کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ خوشگوار زندگی اور کامیاب کاروبار کے مالک ہوں گے۔ آپ کی کوشش ہے کہ زیادہ آمدنی کے ذریعے اپنا معیار زندگی بلند کریں۔ آپ اپنے بچوں کو تعلیم دیتے ہیں تاکہ وہ آپ کی نسبت زیادہ کامیاب زندگی گزاریں۔ آپ ہفتے میں ایک بار اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے بھی ملتے ہونگے اور کبھی کبھار کام سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ وقت گزارنے کو ترجیح دیتے ہوں گے۔ یوں مجموعی طور پر آپ کی زندگی خوشگوار اور پر سکون ہے۔

آپ کی زندگی میں ہر چیز پہلے سے طے شدہ لگتی ہے۔ ایسا ہی حال تقریباً تمام لوگوں کا ہے۔ آپ اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے مسلسل تگ ودو میں مصروف رہتے ہیں۔ اس دنیا کے معیار سے ایک اچھے کاروبار اور پر سکون خاندانی زندگی کے علاوہ انسان کو اور کیا چاہیے؟ یہ مقاصد حاصل کر لینے کے بعد آپ امید کرتے ہیں کہ اب باقی زندگی خوش وخرم گزرے گی۔ حالانکہ آپ کے اردگرد اور حتیٰ کہ آپ کے اپنے جسم تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں خلیے اپنا کام انجام دینے کے بعد روزانہ فنا ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے خلیے لے لیتے ہیں۔ مگر جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی ہے مرنے والے خلیوں کی نسبت نئے خلیوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ اور آپ کا جسم بڑھاپے کا شکار ہونے لگتا ہے۔ وقت اپنی رفتار سے چلتا رہتا ہے اور ہر آنے والا دن یہ مقام لاتا ہے کہ

وقت کے چکر کو واپس کرنا تو در کنار روکنا بھی مشکل ہے۔ آپکی ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش کے برخلاف آپ روز بروز موت کے قریب ہو رہے ہیں۔ دراصل اس دنیا کی کوئی طاقت آپ کو ابدی خوشی دینے سے قاصر ہے۔ اس زندگی کے اختتام پر آپ کا سامنا اس لازوال حقیقت سے ہوگا جس سے آپ آنکھیں چراتے آئے ہیں۔ یہ زندگی ایک مہلت عمل ہے تا کہ برے کام کرنے والوں کو اچھے کام کرنے والوں سے الگ کیا جا سکے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

> ''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی''۔ (سورۃ الملک، 2)

زندگی کا حقیقی مقصد کامیاب کاروبار یا خوش وخرم خاندان نہیں ہے۔ بلکہ انسان کا مقصد تخلیق، اللہ کی اطاعت ہے۔ ہم اس دنیا کے فریب میں مبتلا ہو کر اپنے بچوں، کاروبار، جاہ ومنصب میں حقیقت کو بھلا دیتے ہیں مگر موت کا سامنا ہونے پر دنیا اور اس کی کشش ہمارے لیے بے معنی ہو جاتی ہے۔ ہر ذی شعور کو اس حقیقت کا علم ہے لیکن پھر بھی مسلسل اس سے نظریں چراتا ہے۔ ہمیں بالغ نظری سے جائزہ لینا چاہیے اور اس بات کا صحیح فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہمارا اصل مقصد کیا ہے۔ خدا انسان کا مقصدِ تخلیق ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

> ''ہم نے جن وانس کو پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں''
> (سورۃ الذاریات، 52)

صرف اس مقصد پر کاربند ہو کر ہم آخرت کی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ کچھ لوگ ان دیکھی خواہشات کی تگ ودو میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر وہ سخت غلطی کا شکار ہیں۔ موت کے بعد کسی بھی طرح کے انجام سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ انسان موت کے ساتھ ہی فانی ہو جائے اور کبھی دوبارہ نہ اٹھایا جائے مگر یہ اس کا خیال ہی بعید از قیاس ہے۔ اس حقیقت کا انکار کرنے والے کئی طرح کے حیلوں سے اس سچ کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ موت کے تصور ہی سے وہ لرز جاتے ہیں۔ موت کے بارے میں گفتگو کرنا تو دور کی بات ہے۔ وہ ایسے ظاہر کرتے ہیں موت کی کوئی حقیقت ہی

نہیں ہے۔ اگرچہ لوگوں کو موت' قیامت اور آخرت کی زندگی کے بارے میں معلوم تو ہے۔ لیکن وہ اس پر غور نہیں کرتے۔ وہ اس دنیاوی زندگی سے مطمئن ہیں یا کم از کم ایسا کرنے کی کوشش میں مگن رہتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ موت بالآخر ان تک آ کر رہے گی:

"آپ (انہیں) فرمایئے یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی۔ پھر لوٹا دیا جائے گا تمہیں اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر چھپے اور ظاہر کو۔ پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان (اعمال) سے جو تم کیا کرتے تھے"۔

(سورۃ الجمعہ۔ 8،

قیامت کے دن صرف انسان ہی نہیں بلکہ کائنات اور اس پر موجود ہر شے ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس روز "امتحان" ختم ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ اس دن کی آمد کو اس کی نشانیوں سے جان لیں گے' اور کائنات کے خاتمے کی طرف لیجانے والے مراحل' حقیقتاً رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں۔ بالآخر' اس روز اللہ ان تمام لوگوں کو زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں اور پھر زمین پر موجود تمام لوگوں کو حساب کیلئے بلایا جائے گا۔ وہ لوگ جو اس روز کے آنے سے انکار کرتے رہے تھے' اس کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکیں گے اور چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے اللہ کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا زبردست خاتمہ تیار کر رکھا ہے اور بہت سے لوگوں کے اس حقیقت کو نہ ماننے کے باوجود اللہ تعالیٰ پہلے سے طے شدہ وقت پر قیامت برپا کر دے گا۔

روز حساب قطعی حقیقت ہے:

وہ لوگ جو اس دنیا کی وقتی آسائشوں اور خوشیوں سے مطمئن ہیں وہ کئی اہم حقیقتوں کو بھولنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں جیسے کہ اُن کی موت' جو اُن کے تعاقب میں ہے' اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا دن۔ ان حقیقتوں پر غور کرتے ہوئے وہ خود سے یہی کہتے رہتے ہیں کہ انہیں زندگی اپنی مرضی سے گزارنی چاہیے اور وہ اللہ کیلئے اپنے فرائض بھول جاتے ہیں۔

قرآن پاک روز آخرت کے مراحل لوگوں کو لگنے والے حیرت کے جھٹکوں' ان کے خوف' وحشت اور ذہنی حالت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ کائنات اسی زبردست انداز میں ختم ہو جائے گی جیسے کہ وہ وجود میں آئی تھی۔ سیارے اپنے مداروں کو چھوڑ دیں گے اور پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ کر حرکت کرنے لگیں گے۔ اس طرح کے حیرت انگیز مناظر کا سامنا کرنے کے بعد وہ لوگ بھی جو کمزور ایمان رکھتے ہوں گے جان لیں گے کہ صرف اللہ ہی سب چیزوں کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> "(ان سے) پوچھیئے کہ کس کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے آپ (ہی انہیں) بتائیے (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے۔ اس نے لازم کر لیا ہے اپنے پر رحمت فرمانا۔ یقیناً جمع کرے گا تمہیں قیامت کے دن۔ ذرا شک نہیں اس میں (مگر) جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے۔"
>
> (سورۃ الانعام، 12)

> "پھر جب پھونک ماردی جائے گی صور میں ایک بار اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر حقیقتاً چور چور کر دیا جائے گا تو اس روز ہونے والا واقعہ ہو جائے گا۔"
>
> (سورۃ الحاقۃ، 13-15)

قیامت کا دن معین ہے:

ہر گزرنے والے لمحے کے ساتھ ہم تیزی سے قیامت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اکثر لوگوں کا قیاس ہے کہ یہ دن شاید مستقبل بعید کی بات ہے ان کو یاد کرنا چاہیے کہ ان سے قبل آنے والے لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ درحقیقت ہر ذی روح کو ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ جس سے وہ کسی صورت میں بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ قیامت کے دن کا صحیح وقت صرف اللہ کو معلوم ہے اس لیے کوئی بھی یقین سے نہیں کہ سکتا کہ قیامت کب آئے گی۔ شاید جب ہم مستقبل کے پروگرام بنانے اور اپنے حال کو سنوارنے میں مگن ہوں گے یہ

گھڑی ہمیں آ لے۔

"کہو مجھے نہیں معلوم کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہی ہے یا دور ہے صرف اللہ کو ہی غیب کا علم ہے اور وہ کسی کو اس میں شریک نہیں کرتا۔"

(سورۃ الجن، 25-26)

تخلیق کا وہ عظیم عمل جس میں خدا نے زندگی کو پیدا کیا آخر ایک دن اختتام پذیر ہو گا مگر یہ کس دن ہو گا کسی کو معلوم نہیں۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو عقل کی ان بلندیوں پر پاتے ہیں کہ اس دن کی صداقت سے انکار کرتے ہیں بالآخر ایک دن ان کا سامنا اس حقیقت سے ہو گا پھر وہ دن ان کیلئے خوف و دہشت سے بھرپور ہو گا۔ اس لیے یہ اور بھی جاننا ضروری ہے کہ اس دن کی صداقت پر ایمان لائیں کیونکہ اس دن یہ نہ ممکن ہو گا کہ اس دن کو جھٹلانے والے اپنی اس عمل کی جزا سے بچ سکیں جب قیامت واقع ہو جائیگی تب ان کیلئے افسوس کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا۔ ایک آیت میں ان کے اس افسوس کا ذکر اس طرح آتا ہے۔

"جب وہ عظیم گھڑی واقع ہو گی تب انسان کو یاد آئے گا کہ وہ کس جدوجہد میں مصروف رہا تھا"

(سورۃ النزعت، 34-35)

اس روز کے واقعات

جیسا کہ قرآن کا فرمان ہے قیامت کا دن وہ دن ہو گا جب تمام مخلوق اپنے خالق کے سامنے لائی جائے گی (سورۃ المطففین، 6) یہ ایسا دن ہو گا جس کی دہشت اور ہولناکی کی مثال اس سے قبل ناممکن ہے۔ اس دن تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ اس دن ہر چیز اللہ کی طاقت کا مظاہرہ دیکھے گی۔ اس دن انکار کرنے والوں کیلئے خوف و دہشت طاری ہو گی۔

قرآن میں اس دن کی تفصیل مختلف سورتوں میں آئی ہے۔ اس باب میں ہم قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر کریں گے۔ صرف اللہ ہی ہے جس کا علم لامحدود ہے ہم نہیں جانتے مگر جتنا تھوڑا سا علم اس نے ہمیں دیا۔ اس باب میں شامل تفصیلات براہ راست قرآن سے لی گئی ہیں اس لیے ان کی صداقت کسی شک سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ صرف اللہ کو ہی معلوم ہے کہ کیا ہونیوالا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ واقعات ہماری توقع سے مختلف ہوں۔ بہر حال یہ یقین ہے کہ ایک دن قیامت ضرور آئے گی۔ اس دن تمام انسان ایک ایسی حقیقت کا مشاہدہ کریں گے جو اس سے قبل ان کی نظروں سے نہیں گزری ہو گی۔ اس دن تمام کائنات تباہ ہو جائے گی۔ بظاہر لوگوں کو اس تمام امر کی کوئی عقلی دلیل نظر نہیں آئے گی۔ نہ ہی انہیں اس بات پر قدرت ہو گی کہ وہ اس سے بچ سکیں۔ تب انہیں معلوم ہو گا اس کائنات کا ایک مالک ہے اور روز آخرت برحق ہے۔

صور اسرافیل:

”تب صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن ہو گا خطرے کا“ (سورہ ق، 25)

صور کی آواز اس بات کا اعلان ہو گا کہ یوم حساب جس کا وعدہ اللہ نے کیا تھا بالآخر آ گیا ہی ہے یہ آواز میں دنیا کا اختتام اور نئی زندگی کے آغاز کا اعلان ہو گا یہ وہ دن ہو گا

جس کے بارے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے اور انہیں اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ کیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسی آواز ہوگی جیسی انسانوں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنی ہوگی۔ یہ اس بات کا اعلان ہوگا کہ دنیا کی مہلت عمل ختم ہو چکی ہے۔ یہ قیامت کی ہولناکیوں وحشت اور بے عمل لوگوں کیلئے سخت مایوسی کا پیغام ہوگا اور انکار کرنے والوں کیلئے بہت ہی برا دن۔ فرمان خداوندی ہے:

"جس روز صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت ہی سخت ہوگا۔ انکار کرنے والوں کیلئے یقیناً وہ دن آسان نہیں ہوگا"

(سورۃ المدثر، 8-10)

جو لوگ اس دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو کر اللہ کے وجود کے انکاری ہیں۔ وہ لوگ بظاہر خوشیوں میں مگن ہیں اور تمام کائنات کے خالق سے بے خبر زندگی کی گہما گہمی میں مگن ہیں۔ بالآخر ایک دن اللہ جس نے تمام کائنات تخلیق کی ہے اس کے ایک حکم پر یہ عظیم الشان کائنات یک لخت تباہی سے دوچار ہوگی۔ جو لوگ اس دن سے انکار کرتے ہیں یا اس سے غافل ہیں صور کی آواز سے جاگیں گے مگر تب بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

تب دیر کیوں ہو چکی ہوگی؟ اللہ فرماتا ہے کہ لوگوں نے اپنی تمام زندگی خواب غفلت میں گزار دی مسلسل حقیقت کا انکار کرتے رہے۔ ان کا یہ عمل انہیں ایک سخت سزا کا مستحق بنا دیتا ہے اور اُن کا ماضی میں مگن رہنے اور مستقبل کی فکر نہ کرنے کا عمل کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ ایسے لوگ اس عارضی دنیا کی گہما گہمی میں ایسے مگن ہو گئے کہ انہوں نے اپنی تخلیق کا اصل مقصد بھلا دیا وہ بھول گئے کہ خالق ان سے کس عمل کی توقع رکھتا ہے اور یہ کہ ان کی مدت عمل مختصر ہے۔ وہ موت سے تو آگاہ ہیں مگر انہیں اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ موت ان سے کس طرز عمل کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے وہ اس سے نظریں چرائے خواب غفلت کا شکار ہیں۔ درحقیقت ہر شخص کی تخلیق اور زمین پر بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں جن لوگوں کو احساس ہے اور ایک دن انہیں اپنے اچھے اور برے اعمال کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس لیے وہ مانتے ہیں کہ انہیں اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہیے کہ اللہ ان سے خوش ہو جائے۔ اگر انسان کو اپنی زندگی میں اس حقیقت کا احساس ہو جائے تو

اس کے مفاد میں ہے اور وہ اس دنیا کی عارضی اور فانی مصروفیات کی نسبت اپنی توجہ اگلی زندگی کی کامیابی پر مرکوز رکھتا ہے۔

وہ لوگ جو غفلت کا شکار ہو کر اس دنیا کی لذتوں میں گم ہیں ان کی خواہش ہے کہ دنیا کبھی ختم نہ ہو لیکن تمام تر آسانیوں کے باوجود انسان مطمئن نہیں رہتا کیونکہ زندگی مشکلات اور امتحانات سے پر ہے۔ اور شیطان انہیں مسلسل اس غفلت میں مبتلا رکھتا ہے کہ آخرت کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے یا پھر بہت دور کی بات ہے اس لیے وہ اس دنیا کی گہما گہمیوں میں مگن رہیں۔ اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ مگر جب ان لوگوں کو صور کی آواز سنائی دے گی اس حالت میں کہ وہ سونے کی تیاری کر رہے ہونگے یا پھر کاروبار میں مصروف ہونگے۔ تب انہیں افسوس ہو گا کہ ان کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور ان کی زندگی ختم ہو گئی۔ اب تک جس حقیقت کا وہ انکار کرتے آئے تھے بالآخر وہ ان تک پہنچ گئی:

"جب صور پھونکا جائے گا تو وہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے خالق کی طرف چل پڑیں گے" (سورۃ یٰس، 51)

اس دن کی دہشت اور ہولناکی ناقابلِ بیان ہے یہ اس بات کا اعلان ہو گا کہ انسان کی مہلت عمل ختم ہو چکی ہے۔ اس دن انکار کرنے والوں پر سخت دہشت طاری ہو گی۔

"جب صور پھونکا جائے گا تو زمین میں اور آسمانوں میں ہر ذی روح دہشت زدہ ہو گا۔ سوائے ان کے کہ اللہ چاہے۔ تمام لوگ اپنے رب کی طرف دوڑے آئیں گے" (سورۃ النمل، 87)

اس دن کی حقیقت سے تمام انسان آگاہ ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور ان پر اتارے گئے صحیفوں کے ذریعے لوگوں کو اس دن کی نشانیوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئیں اور ایسا نہ کرنے والوں کے ساتھ قیامت کے دن کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ قرآن لوگوں کی مایوسی کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

"اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کی اطاعت کرو اس سے قبل کہ

تم سزا سے دو چار ہو۔ جس سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کرو جو تم تک پہنچا ہے اس سے قبل کہ اچانک تم سزا کا شکار ہو جاؤ۔ اور اس نہایت اچھی (کتاب) کو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو کہ مبادا اس وقت کوئی متنفس، کہے کہ (ہائے ہائے) اس تعبیر پر افسوس جو میں نے خدا کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیز گاروں میں ہوتا۔

(سورۃ الزمر، 54-60)

زمین:

جب زمین زلزلے سے ہل جائے گی۔ اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال باہر کرے گی اور انسان اس کو کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ اس روز وہ اپنے حالات بیان کردے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا ہوگا۔ اس دن لوگ گروہ در گروہ ہو کر آئیں گے۔ تا کہ ان کو اُن کے اعمال دکھائے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

(سورۃ الزلزال، 1-5)

روز قیامت صور کی آواز کے ساتھ ہی ایک ایسی زوردار آواز آئے گی جس سے پوری زمین ہل جائے گی۔ اور زمین زلزلے سے ہلنے لگے گی۔ فلک بوس پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ آسمان سے باتیں کرتی عمارت ایک لمحے میں زمین پر آ رہیں گی۔ لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور کسی کو جائے پناہ نہیں ملے گی۔ کیونکہ یہ ایک ایسا دن ہوگا کہ اس سے قبل کسی انسانوں نے ایسا دہشت ناک منظر نہیں دیکھا ہوگا اور زمین ہموار کردی جائے گی۔ پھر اس کے لیے اور بھونچال آئے گا اس دن لوگوں کے دل خائف ہو رہے ہونگے اور آنکھیں جھکی ہوئی۔ کافر کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹ جائیں گے۔

(سورۃ النزعات، 9-16)

تھوڑی دیر کیلئے محسوس کریں گے کہ ہماری زندگی میں پیش آنے والے چھوٹے چھوٹے حادثات جن کی مدت چند لمحوں سے زیادہ نہیں ہوتی آخر ہم پر کتنی دہشت طاری کر دیتے ہیں صرف چند لمحوں کے اندر اندر گھر' جائدادیں' اور املاک مٹی میں مل جاتی ہیں۔ ان ہلاکت خیزیوں کا مشاہدہ لوگ کرتے ہیں مگر کوئی بھی ان کو روکنے سے قاصر رہتا ہے۔

قیامت کی ہلاکت خیزی کے سامنے ان حادثات کی کوئی مثال نہیں ہے۔ جب یہ ہلاکت خیزی اپنے اختتام کو پہنچے گی تو نہ تو اپنے پیچھے کوئی تباہی کے آثار چھوڑے گی اور نہ کھنڈرات کا مشاہدہ کرنے والی آنکھیں کیونکہ اس کے ساتھ ہی یہ زمین اور پوری کائنات اور اس میں موجود ہر شے فنا ہو جائے گی۔

زمین کے حادثات جتنے بھی شدید ہوں ان میں سے بالآخر بچنے کی کوئی نہ کوئی صورت بہر حال موجود ہوتی ہے۔ لیکن صور کی آواز سننے کے بعد سب کو اس کی شدت کا احساس ہوگا اور انہیں معلوم ہوگا اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ قرآن اس بارے میں ان الفاظ میں تنبیہ کرتا ہے۔

اے محمد ﷺ ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔
(سورۃ الحج، 1)

اس لمحے زمین کی ہر شے بے معنی ہوگی۔ ہر وہ چیز جو انسان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتی تھی۔ (عالیشان گھر' محلات' عیش و عشرت کے سامان' مشہور عمارات' اہرام جو اب تک تمام آفات میں محفوظ ہیں) تمام ریت کے قلعوں کی طرح زمیں بوس ہو جائیں گے۔ ہر وہ شے جس پر کبھی انسانوں کو بہت غرور تھا' ان کی جاہ و حشم' عزت و ناموس اور طاقت سب ایک لمحے میں فنا ہو جائے گا۔

اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما ہو گا اور فرشتے قطار باندھ کر آموجود ہونگے اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن مطیع ہو گا مگر اب مطیع ہونے سے اسے کوئی فائدہ نہیں مل سکے گا۔ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی زندگی جاودانی کیلئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔
(سورۃ الفجر، 21-23)

جب زمین فنا ہو جائے گی تب وہ لوگ جو خدا کی نافرمانی میں مشغول رہے باوجود یہ جاننے کہ یہی ان کی زندگی کا اصل مقصد تھا۔ یہ جان لیں گے کہ ان کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے صرف خالق مطلق کے۔

خوف کے بعد جو چیز جس کا شدت سے انسان کو احساس ہوگا اس کی بے بسی ہو گی۔ وہ انسان جنہوں نے تمام ناگہانی آفات سے بچنے کی مکمل منصوبہ بندی کر رکھی تھی آج بے بس ہوں گے۔ کوئی بھی انسان چاہے وہ کتنی فہم و فراست اور دوراندیشی کا مالک ہو اس دن اس کی پلاننگ اور دوراندیشی اس کے کسی کام نہ آسکے گی۔

زمین اپنے آپ کو وا کر دے گی:

انسان کہے گا اس کو کیا ہوا ہے اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے حکم بھیجا ہوگا۔

(سورۃ الزلزال ،2-5)

زمین کی سطح سے 5 ہزار سے 6 ہزار کلومیٹر نیچے دہکتا ہوا لاوا جس کا درجہ حرارت 5 ہزار ڈگری سینٹی گریڈ (9,000F˚) ہے موجود ہے۔ یہ لاوا آتش فشاں دہانوں کے ذریعے زمین کے مرکز سے نکلتا ہے تاریخ میں مختلف اوقات میں یہ لاوا زمین پر تباہی و بربادی لاتا رہا ہے اور کئی شہر کے شہر پورے اس لاوے میں غرق ہو گئے۔ یہ لاوا زمین کی سطح پر موجود دراڑوں سے نکل کر زمین میں تباہی و بربادی لاتا ہے۔ اس لاوا کا جتنا زیادہ پریشر ہو گا اتنا ہی دراڑ سے نکل کر یہ آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے۔ اس عمل کے دوران لاوے کی سطح پر موجود گیسیں لاوا کا پریشر بڑھانے کا سبب بنتی ہیں۔ جتنی بھی زیادہ یہ گیسیں ہونگی اتنی ہی شدت کا دھماکے ہونگے۔ ابلتا ہوا لاوہ زمین کو دہکتی ہوئی دوزخ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ محدود آتش فشاں مقامی اثرات کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا ماہرین ان کا تدارک کرنے کیلئے پیش بندی کر سکتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ زمین اپنا آپ وا کر دے گی اس کا مطلب ہے کہ دوسری چیزوں کے علاوہ یہ لاوا بھی ابل کر زمین کی سطح پر آ جائے گا روز قیامت زلزلے سے زمین

الٹ جائے گی اور بھاگنے کی کوشش کرنے والے لوگ لاوے کے نیچے دب جائیں گے۔ تب انہیں دوبارہ احساس ہوگا کہ اس آفت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

"جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے اور بالکل خالی ہو جائے اور اپنے پروردگار کے ارشاد کی تعمیل کرے اور اس کو لازم بھی یہی ہے۔"

(سورۃ الانشقاق ،5-3)

لاوا وہ واحد شے نہیں ہے جو زمین اگلے گی۔ یہ لاوا شدید گرمی اور کیمیائی عمل پیدا کرے گا۔ شاید اس کے اثر سے ایسے زہریلے مادے اور گرمی پیدا ہوگی جس سے زمین کا درجہ حرارت ناقابل یقین حد تک بڑھ جائے گا۔ اور اس عمل سے زمین کے چھپے ہوئے خزانے بشمول، تیل، کوئلہ، گیس، غرض ہر شے اوپر نکل آئیں گے زمین پلٹ دی جائے گی۔

"تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔ اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کے باب میں کس چیز نے دھوکا دیا۔" (سورۃ الانفطار ،5-4)

زیرِ زمین پانی بھی دراڑوں سے نکل کر زمین پر سیلاب کا باعث بنے گا اور تباہی پھیلائے گا۔

پہاڑ:

پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔

(سورۃ المرسلٰت ،10)

ہمارے علم کے مطابق پہاڑ زمین کو متوازن رکھنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

"اور اسی نے زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ

جائے۔ اور نہریں اور رستے بنا دیئے۔ تا کہ ایک مقام سے دوسرے
مقام تک آسانی سے آجا سکو۔"

(سورۃ النحل، 15)

"اور کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا اور پہاڑوں کو اس کی میخیں نہیں۔"

(سورۃ النباء، 6-7)

اب تک سب سے شدت سے آنے والے زلزلے کی شدت ریکٹر سکیل 2 پر 9.5 ریکارڈ کی گئی۔ اتنی شدت کا زلزلہ چند سیکنڈ کے اندر اردگرد کے علاقے کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن آنے والا زلزلہ اتنی شدت کا ہوگا کہ آج تک تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ جو اس سے قبل زلزلے کی صورت میں زمین کا توازن برقرار رکھتے تھے آج روئی کی طرح اڑنے لگیں گے۔

"اور پہاڑ اون کے گولوں کی مانند اُڑنے لگیں گے۔"

(سورۃ الطور، 10)

"اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔"

(سورۃ النباء، 20)

"اس روز ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو ہموار کر دیں گے اور
ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں
گے۔" (سورۃ الکہف، 47)

زمین کا کثیر حصہ فلک بوس پہاڑوں سے ڈھکا ہوا ہے بلا شبہ ان کے آپس ٹکرانے اور پاش پاش ہونے اور پوری سطح زمین کے ہموار ہونے کا منظر ایک دل ہلا دینے والا نظارہ ہوگا جو انسان آنکھ نے اس سے قبل نہیں دیکھا ہوگا۔

ذرا تصور کریں کہ کوہ ہمالیہ' ایلپس' اور دوسرے سلسلہ کوہ جو ہمارے خیال میں ناقابل تسخیر ہیں اور جن کو سر کرنے کیلئے ہزاروں سیاح اپنی زندگیاں قربان کر دیتے ہیں۔ اگر یہ تمام سلسلہ کوہ ایک دن ریت کے ذروں میں تبدیل ہو جائیں اور ان کے ساتھ اردگرد کے شہر اور قصبات بھی۔ روز قیامت یہ تمام پہاڑ ہموار ہو جائیں گے۔ یہ مثال اس دن آنے

والے تباہی کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ قران کہتا ہے:

''جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ جیسے بھر بھرے ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔'' (سورۃ المزمل، 14)

قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ زمین کی گھاٹیاں اور نشیب ان پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے سے ہموار سطح میں بدل جائیں گے۔

''اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ خدا ان کو اڑا کر بکھیر دے گا اور زمین کو ہموار کر چھوڑے گا جس میں نہ تم بستی دیکھو گے نہ ٹیلا''۔ (سورۃ طٰحہٰ 157،155)۔

ناہموار زمیں جو ہمیں آج نظر آتی ہے وہ ہموار ہو جائے گی۔ اور اس روز تمام لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے۔

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو ہلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے''۔ (سورۃ الکہف، 47)

پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اتریں گے:

روز قیامت پہاڑ' نباتات' جمادات اور معدنیات زمین کے ساتھ اڑ جائیں گے۔ پہاڑ ریت کے ذروں میں بدل جائیں گے اس کو قرآن میں ان الفاظ بیان کیا گیا ہے:

''اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی روئی''

(سورۃ المعارج، 9)

اس روز ہر ذی روح اور مردوں سمیت ہر شے پر اللہ کی حکمرانی اور حکم واضح ہو گا۔ ہر طرف دہشت طاری ہو گی۔ وہ انسان جو ذرا سے خوف اور دہشت سے گھنٹوں مفلوج رہتے ہیں۔ جب پہاڑوں کو تباہ ہوتا دیکھیں گے تو ان کی دہشت اور خوف کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ یہ دہشت ان کی برداشت سے کہیں زیادہ ہو گی لیکن اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ آج انہیں موت بھی نہیں آئے گی ایک نہ ختم ہونے والی زندگی کا آغاز ہو

گا۔ دنیا کی خواہشات اور لذتیں قصہ پارینہ ہوں گی اور آج کے روز دہشت خالق مطلق کی لازوال بادشاہت کا مظہر ہوگی درحقیقت خدا نے اس صورت حال کو اپنے پیغمبروں کے ذریعے پہلے سے ہی لوگوں کو مطلع کر دیا ہے لیکن لوگ عارضی خوشی اور لذتوں میں مگن ہو کر اس حقیقت سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نہ ماننے والوں کی اس حالت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کردو جب ان پر عذاب آ جائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر۔ تا کہ تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے تم ان کے مکانوں میں رہتے تھے اور تم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا تھا اور نہایت (سمجھانے) کیلئے مثالیں بیان کر دی ہیں"۔

(سورۃ ابراہیم ،44-45)

اور آج وہ تمام لوگ اس خطرے میں بالکل تنہا ہوں گے۔ اس روز تمام لوگ نفسا نفسی کا شکار ہونگے اور کسی کو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہیں ہوگی۔ اس روز بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ قرآن اس حالت کو ایسے بیان کرتا ہے۔

"اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے تو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیئے جائیں گے۔" (سورۃ الحاقۃ ،14-15)

سمندر:

قیامت کے مناظر کی قران کی روشنی میں تشریح کرتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ ایک

بات کو ذہن نشین کرلیں کہ یہ تمام امور خدا کے حکم سے وقوع پذیر ہونگے جیسا کہ اس کا وعدہ ہے یہ ایسے ہی واقع ہونگے۔ بے شک اللہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ ہر شے کو تباہ کر دے اور زمین کو ہموار کردے۔

""تو یہ خدا کا وعدہ ہے۔ خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔"" (سورۃ الروم ،6)

وہ لوگ جو گھمنڈ میں مبتلا ہیں اس روز بے بس ہونگے۔ وہ لوگ جو اپنی طاقت کے گھمنڈ اور دولت کی فراوانی کے باعث غرور میں مبتلا ہو کر خدا کو بھلا بیٹھے تھے اس روز لاچار ہونگے۔ ہر وہ شے جو آج سے پہلے نا قابل تسخیر نظر آتی تھی آج بے وقعت ہوگی۔ پہاڑ، سمندر، حتی کہ تمام کائنات فنا ہو جائے گی اللہ کی مرضی غالب ہوگی۔ اللہ کے ایک حکم "کن" کے ساتھ تمام امور انجام پذیر ہونگے۔ جب پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے اور زمین اپنا سینہ چاک کردے گی تو اللہ کی لازوال طاقت اور مطلق حکمرانی ثابت ہو جائے گی۔ قرآن کہتا ہے کہ اس روز سمندر ابلنے لگیں گے۔

سمندروں کا عذاب:

اس بات کا تصور بھی محال ہے کہ وہ سمندر جو زمین کے تین چوتھائی حصے پر محیط ہیں ایک روز ابلنے لگیں گے۔ ہمارے مشاہدات محض آتش فشاں پہاڑوں کے ابلنے کے یا پھر تیل بردار جہازوں کے آگ میں جلنے کے مناظر جو ہم ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھتے ہیں کی حد تک محدود ہیں لیکن قرآن میں سمندروں کے لئے ابلنے کے جس منظر کی تفصیل بیان کی گئی ہے وہ ان مناظر سے قطعاً مختلف ہیں۔ صرف اللہ کی مطلق حکمرانی اور زوال طاقت کا تصور ہی ان مناظر کا موہوم سا تصور پیش کرسکتا ہے ورنہ اس کی مثال ہماری زندگی میں ملنا محال ہے۔

جب سطح زمین پر واقع ہر شے فنا سے دوچار ہوگی تو گرم لاوا جس کا اوسط درجہ حرارت 500 ڈگری سینٹی گریڈ یا 9000 ڈگری فارن ہائیٹ ہے ابلنے لگے گا۔ اگر آپ نے ٹی وی پر سمندر سے ابلنے والے لاوے کا منظر دیکھا ہے تو آپ روز قیامت پیش آنے

والے اس منظر کا موہوم سا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس کی شدت نا قابل تصور ہوگی اور تمام سمندر آگ اگلنے لگیں گے اور آگ کی ایک نا قابل عبور دیوار لوگوں کو گھیر لے گی۔ اللہ کا فرمان ہے:

''اور جب سمندر آگ سے بھر جائیں گے''۔

(سورۃ التکویر، 6)

نتیجتاً سمندری حیات اور زمین پر زندگی معدوم ہو جائے گی۔ سمندر جو آج نرمی اور سکون کی علامت ہیں اس روز نا قابل بیان گرمی اگلنے لگیں گے۔ سمندر کی نا قابل عبور لہروں کی بجائے آگ کی لہریں آسمان تک بلند ہو رہی ہونگی اور فضا میں موجود آکسیجن ختم ہو جائے گی۔ اور یہ آگ پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔

سمندر اپنے خزانے اگل دیں گے:

سمندر کا پانی زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں فرمایا گیا ہے:

''اور جب سمندر طغیانی پر آئیں گے اپنی حدود سے نکل جائیں گے۔

(سورۃ الانفطار، 3)

اللہ کے حکم کے تحت تمام آفات سمندر سے نکلیں گی۔ اس کی حکمرانی سمندر کے پانیوں اور اس کی سطح کے نیچے چھپی ہوئی ہر شے پر محیط ہے ایک لفظ ''کن'' ادا کرنے کی دیر ہے اور ہر شے واقع ہو جائے گی۔ حقیقت کا علم تو صرف اللہ کو ہے ہم اپنے محدود علم کی بنا پر صرف قیاس آرائی کر سکتے ہیں اور اس روز ہونے والے واقعات کے بارے میں اندازے قائم کر سکتے ہیں۔

ہمارے مشاہدے کے مطابق سطح سمندر کے نیچے آنے والے زلزلے پانی میں طوفانی لہریں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور اس طرح یہ لہریں سطح زمین کی طرف 750 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں۔ جو لہر شروع ہونے پر ایک میٹر سے بھی کم اونچی تھی ساحل پر پہنچتے پہنچتے 60 میٹر پر بلند ہو جاتی ہے۔ ایک ایسی ہی لہر جو 35-25 میٹر

(80-100 فٹ) بلند تھی، 1896 میں جاپان کے شہر ہونشو (Honsho) کو بہا کر لے گئی اور 25000 لوگ لقمہ اجل بن گئے۔

آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا سمندر میں طغیانی کا ایک اور سبب ہے۔ اسی قسم کی ایک طوفانی لہر نے 1883ء میں کراکاٹوا (Karakatoe) جزیرے جو جاوا اور سماٹرا کے درمیان واقع ہے، میں تباہی مچادی اور پورا جزیرہ پلک جھپکتے ہی غائب ہو گیا۔ 165 دیہات اور 36000 افراد طوفانی لہر کی نظر ہو گئے۔ یہ لہر 35 میٹر یا 110 فٹ اونچی تھی۔ اس طرح کے حادثات یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ آتش فشاں پہاڑوں کی وجہ سے ظہور پذیر ہونیوالی یہ لہریں جتنی بھی شدید ہوں لیکن ان کے اثرات محدود ہوتے ہیں۔ لیکن روز قیامت زمین میں موجود ہر چیز چاہے وہ زیر زمین ہو یا زمین کے اوپر ایک نا قابل تصور تباہی کا شکار ہوگی۔ سمندر میں شدید طوفان ہوگا اور یہ طوفان ایسی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

سمندروں میں طوفانی موجوں کا ایک اور بھی سبب ہوگا۔ سمندر میں سکون قانون فطرت کے مطابق ہے' یہ قانون فطرت دوسرے قوانین کی طرح جو زمین اور آسمان میں ہر شے کی کارکردگی کو قابو میں رکھتے ہیں بدل جائیں گے یہ توازن جو خدا نے پوری کائنات میں قائم کیا ہے یکدم اس کے حکم سے بدل جائے گا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ زیر زمین درجہ حرارت بڑھنے سے زمین پر موجود بڑے بڑے گلیشیئر پگھل جائیں گے اور زمین پانی سے پُر ہو جائے گی۔

یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں آتی ہے کہ لینڈ سلائیڈ کس طرح تباہی کا سبب بنتی ہیں۔ روز قیامت ایک بھی پہاڑ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہے گا اور زمین ہموار ہو جائے گی۔ پہاڑوں کا ملبہ سمندروں میں گرے گا اور سمندر کا پانی اپنی حدود سے باہر نکل آئے گا۔ جب وہ لمحہ ظہور پذیر ہوگا تو یہ تمام واقعات ایک کے بعد ایک واقع ہونگے۔ کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی گونج' پہاڑوں کا اڑنا' آتش فشاں کا لاوا ابلنا' گیس اور آگ کا زمین سے ابلنا' دھویں کے بادل' ابلتا ہوا پانی' یہ سب چیزیں لوگوں کے خوف اور دہشت میں مزید اضافہ کر دیں گی۔ اس روز وہ لوگ جو خدا کے احکامات کو ٹھکراتے آئے تھے آج اپنے آپ کو

بے بس اور بے وقعت پائیں گے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ رہے ہونگے پناہ کی تلاش میں مگر بے سود ہوگا۔

آسمان:

قیامت کے دن آنے والی تباہی صرف زمین اور سمندروں تک ہی محدود نہیں ہو گی۔اس روز کائنات کی ہر شے تباہی سے دوچار ہوگی۔ یہ دن اس کائنات کا بھی آخری دن ہوگا۔وہ کائنات جسے ابھی انسان نے سمجھنا بھی شروع نہیں کیا اور ستارے جن کے بارے میں ہمیں صرف ایک صدی قبل تک کچھ معلوم نہیں تھا۔ چاند سورج غرض ہر شے فنا ہو جائے گی۔

"اور جس بات کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہوگی جب ستارے بجھ جائیں گے' اور آسمان پھٹ جائے گا"

(سورۃ المرسلٰت، 9-7)

ان لوگوں کیلئے جو خدا کو پہچاننا چاہتے ہیں اس کائنات میں لاکھوں نشانیاں حالات وواقعات اور چیزوں کی شکل میں موجود ہیں۔ اللہ نے ستارے' زمین' اور کائنات میں موجود ہر شے کو وجود بخشا اور ہر شے کو ایک نظام کے تحت چلا رہا ہے۔ایک توازن ہر شے میں قائم ہے۔ایک انجانا لوگوں کے ذہنوں میں جاگزین ہے۔ دراصل جو لوگ حقیقت کی تلاش میں ہیں ان کی رسائی ایک ہی سچ تک ہو جاتی ہے۔"اللہ کی موجودگی" روز قیامت ظاہر ہونے والے واقعات خالق کی عظمت کو واضح کریں گے کیونکہ اللہ نے جس طرح یہ ناقابل تصور اور عظیم کائنات بنائی ہے اسی طرح اس کا اختتام بھی ناقابل تصور اور حیرت انگیز مقرر کیا ہے۔

آسمان لوگوں کیلئے ہمیشہ سے ایک سائبان کی مانند ہے ایک شاندار چھت جو بغیر کسی سہارے کے اللہ نے قائم کی ہے۔ایک عظیم پردہ۔ یہ پردہ انسانیت کئی مہلک اور شدید خطرات سے محفوظ رکھتا ہے (الٹراوائیلٹ شعاعیں' شہاب ثاقب' اور شدید سردی) خلا کی تاریکیوں سے گزر کر آنے والی روشنی زمین کو حرارت اور توانائی فراہم کرتی ہے اور فضا میں

موجود آکسیجن کے نازک توازن کے باعث جاندار سانس لے پاتے ہیں۔ روز قیامت آسمان اپنے یہ کام سر انجام نہیں دے سکے گا کیونکہ اس روز وہ بھی اپنے اختتام تک پہنچ جائے گا۔

"اس روز آسمان لرز رہے ہونگے" (سورۃ الطور، 9)

"آسمان پھٹ جائے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا"

(سورۃ المزمل، 18)

ہوا بھی جو زندگی کیلئے اشد ضروری ہے اس روز اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر سکے گی کیونکہ جن قوانین کے تحت وہ عام زندگی میں کام کرتی ہے۔ وہ قوانین اس روز یکسر بدل جائیں گے۔ فضا جو فزکس کے قوانین کے تحت ایک نازک توازن پر قائم ہے یکدم پگھل جائے گی۔ آسمانوں کے اختتام کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں آتا ہے۔

"اس روز آسمان پگھلے ہوئے پیتل کی طرح ہوگا"

(سورۃ المعارج، 8)

اس روز فضا پگھل جائے گی اور بھڑک اٹھے گی اور سفید آسمان اس روز سرخ شعلے کی مانند نظر آئے گا پگھلا ہوا اور تیل کی مانند۔

"اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور سرخ ہو جائے گا جیسے رنگا ہوا تیل" (سورۃ الرحمٰن، 37)

قیامت کے دن اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے پاک ہے وہ ہر عیب سے اور بد تر ہے لوگوں کے شرک سے۔ (سورۃ الزمر، 67)

مادیت پرستوں کا دعویٰ ہے کہ مادہ اپنے آپ وجود میں آ گیا تھا۔ اور چیزوں میں موجود حسن و خوبصورتی بھی کسی خالق کے دست کارساز کی مرہون منت نہیں بلکہ قدرت میں خود بخود معرض وجود میں آ گئی۔ وہ اس بات کی تشریح کرنا بھول جاتے ہیں کہ کسی ایسے مادے میں سے جس میں زندگی کی کوئی نشانی موجود نہ ہو زندگی کس طرح وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں مختلف چیزوں میں موجود بہت ہی نازک توازن امور یا زندگی ہمیشہ سے موجود ہے۔ آخر روز قیامت وہ خود دیکھ لیں گے کہ ان فلک بوس' پہاڑوں زمین اور آسمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے تب انہیں احساس ہوگا کہ کائنات میں موجود اشیاء کی اپنی کوئی طاقت نہیں اللہ واضح کر دے گا کہ ہر شے اس کے حکم سے وجود میں آئی ہے اور اس وقت تک باقی ہے جب تک وہ چاہے۔ تب لوگوں کو بہت افسوس اور پشیمانی ہوگی وہ حقیقت کا انکار کرتے آئے اور اللہ کا انکار کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ روز جزا کے واقعات کو یوں بیان فرماتا ہے۔

> ''(یاد کرو) جب آسمان پھٹ جائے گا اور کان لگا کر سنے گا اپنے رب کا فرمان اور اس پر فرض بھی یہی ہے اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور باہر پھینک دے گی جو کچھ اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی اور کان لگا کر سنے گی اپنے رب کا فرمان اور اس پر فرض بھی یہی ہے۔ اے انسان تو محنت سے کوشاں رہتا ہے۔ اپنے رب کے پاس پہنچنے تک۔ پس تیری اس سے ملاقات ہو کر رہتی ہے۔
>
> (سورۃ الانشقاق '1-6)

سورج' چاند اور ستارے:

خلا کی تاریک سردی کے برخلاف زمین پر سورج کی روشنی اور حرارت زندگی کی بقا کی ضامن ہے۔ دوسرے لفظوں میں زمین کا Atmosphere کرہ ارض کیلئے ایک حفاظتی ڈھال ہے۔ روز قیامت آسمان میں موجود ہر شے کا وجود بھی ختم ہو جائے گا ''اور سورج تاریک ہو جائے گا'' (سورۃ التکویر، 1) اس دن کی ہلاکت خیزیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس روز سورج کی روشنی زمین پر زندگی کو قائم رکھنے کیلئے موجود نہیں ہوگی۔

اس روز سورج اور چاند جو زمین کیلئے روشنی کا ذریعہ ہیں۔ ایک ایک کر کے تاریک ہو جائیں گے۔ فضا کا تحلیل ہو جانا زمین پر زندگی کے اختتام کی واحد وجہ نہیں ہوگی

بلکہ قرآن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف' زمین' آسمان بلکہ ان کے درمیان موجود ہر شے فنا ہو جائے گی۔ قرآن میں آتا ہے کہ "اللہ ہی ہے جس نے ہر شے کو مکمل اور بہترین انداز میں تخلیق کیا اور صرف وہی ہے جو ہر وہ کام کر سکتا ہے جو وہ چاہے اس نے کائنات کو تخلیق کیا جس میں اربوں کہکشائیں ہیں اور ہر ایک میں اربوں کی تعداد میں ستارے موجود ہیں اور وہی اللہ صرف اپنے ایک حکم "کن" سے سب کچھ تباہ کر دے گا۔

کائنات کی وسعتوں کا ادراک انسانی ذہن کے بس سے باہر ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ اندازے قائم کر سکتے ہیں۔ سورج زمین سے اندازاً 200 سے 250 ارب ستاروں میں سے ایک ہے جو ہماری کہکشاں میں موجود ہیں۔ سورج ان ستاروں سے سب سے چھوٹا ستارہ ہے۔ حالانکہ یہ ہماری زمین سے 333000 گنا بڑا ہے۔ سورج کہکشاں کے مرکز سے 28000 نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ کہکشاں کی اپنی وسعت 100,000 نوری سال ہے (ایک نوری سال 9,460,800,00,000 کلومیٹر یا 5,879,000,000,000 میل کے برابر ہے) زمین اپنے محور کے گرد 1675 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے (1060 میل) اور زمین کا وزن 6×21 ٹن ہے۔ سورج کہکشاں کے مرکزے کے گرد 79200 کلومیٹر یا 492000 میل کی رفتار سے گھومتا ہے اور کہکشاں خلا میں 21 لاکھ کلومیٹر یا 13 لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ روز قیامت یہ کائنات فنا ہو جائے گی اور ناقابل بیان حجم کے ستارے تاریک ہو جائیں گے۔

کائنات کا ہر ذرہ اللہ کے وجود' اس کی عظمت اور اس کی عظیم طاقت کا ثبوت ہے یہ سب اس کے حکم سے وجود میں آئے اور اس کی مرضی سے اب تک قائم ہیں اور اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا۔ یقیناً جس خالق نے یہ نازک توازن پیدا کیا ہے اور اس کو قائم رکھا ہوا ہے جب چاہے گا اس کو ختم کر دے گا۔ جب اور جیسے ہی وہ چاہے گا اس کائنات کا اختتام ہو جائے گا۔ ہر وہ شے جس کی عظمت اور بڑائی سے انسان متاثر ہوتا تھا اس روز فنا ہو جائے گی۔ تمام ستارے' سورج' چاند' اپنے اپنے حلقوں سے نکل جائیں گے ستارے ٹوٹ جائیں گے اور ہر شے ایک ایک کر کے ختم ہو جائے گی "اور جب ستارے

ٹوٹ کر بکھر جائیں گے" (سورۃ الانفطار، 3)

سورج مسلسل حرارت اور توانائی خارج کر رہا ہے۔ لاتعداد اور ستارے سورج سے کئی گنا بڑے ہیں اور اس سے زیادہ روشن اور گرم بھی مگر یہ تمام ستارے روز قیامت اپنی روشنی اور حرارت سے محروم ہو کر گر جائیں گے جیسے کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

"اور جب ستارے تیزی سے گر جائیں گے" (سورۃ التکویر، 2)

"پس اس وقت جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے"

(سورۃ المرسلٰت 8)

سورج جو کائنات کیلئے زندگی اور طاقت کا مستقل ذریعہ ہے اس روز تاریک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ستارے بھی جنہوں نے کائنات کو سجا رکھا ہے تاریکی میں ڈوب جائیں گے۔ اور لوگوں کو ایک بار پھر معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی اُن کا حقیقی مالک ہے اور اسی نے انہیں مقرر کردہ مداروں کا پابند بنایا اور اس روز تک جب تک وہ قائم رہے صرف اُسی کی مرضی سے روشن رہے۔

مزید براں وہ یقین نہ رکھنے والوں کی مدد نہیں کرے گا اور کوئی دوسری قوت ایسا کرنے کے قابل نہیں۔ ٹیکنالوجی کی ترقی سے کائنات کے دور دراز کونوں تک تیز رفتار سفر کے قابل ہونے کے باوجود لوگ اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے' کیونکہ روز آخرت پوری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لیکر اللہ کے حکم سے فنا کر دے گا۔ قرآن اس روز انسانوں کی بے بسی کو اس طرح بیان کرتا ہے:

"اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور (بے نوری میں) سورج اور چاند یکساں ہو جائیں گے۔ (اس روز) انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ ہرگز نہیں وہاں کوئی پناہ گاہ نہیں۔ صرف آپ کے رب کے پاس ہی اس روز ٹھکانا ہوگا۔ آگاہ کر دیا جائے گا انسان کو اس روز جو عمل اس نے پہلے بھیجے اور جو (اثرات) وہ پیچھے چھوڑ آیا"۔

(سورۃ القیامۃ 8-13)

روزِ آخرت لوگوں کا حال:

اس وقت تک بیان کئے گئے تمام واقعات ایک ایسی آواز کے سننے سے شروع ہوں گے جو لوگوں نے پہلے کبھی نہیں سنی ہوگی اور یہ آواز غیر متوقع طور پر سنائی دے گی۔ وہ تمام لوگ جو اس لمحے تک یہ سوچتے آئے تھے کہ ہر چیز جوں کی توں اور سلامت رہے گی وہ اس روز غلط ثابت ہو جائیں گے۔

صور کی آواز سے پہلے تک ہر کام معمول کے مطابق انجام پذیر ہوگا۔ زمین معمول کی رفتار سے گھوم رہی ہوگی' سورج زمین پر جگمگا رہا ہوگا' زندگی اسی طرح رواں دواں ہوگی اور بے شمار لوگ اپنے معمول کے مطابق کاموں میں مگن ہوں گے یہ سمجھے بغیر کہ انہیں کیوں تخلیق کیا گیا تھا اور ان کا انجام کیا ہوگا۔ لوگوں کو اپنے کھانے پینے کی فکر ہوگی وہ اپنے کاروباری معاملات کے بارے میں غور کر رہے ہوں گے' کئی لوگ خریداری یا سونے میں مصروف ہوں گے اور ایسے بھی لوگ ہوں گے جو اس لمحے بھی اللہ کے وجود سے انکار کر رہے ہوں گے جب انہیں یہ آواز سنائی دے گی۔ ہر چیز ایک لمحے میں شروع اور ختم ہوگی۔

یہ جسم' جسے لوگ بہت مضبوط سمجھتے اور اس کے بل پر اکڑتے پھرتے ہیں اچانک ہر طرف سے موت کے شکنجے میں کسا جائے گا۔ پھر لوگوں کو صرف خود کو بچانے کی فکر ہوگی۔ انتہائی خوف کے عالم میں' لوگ اُن چیزوں کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیں گے جنہیں وہ بے حد اہمیت دیتے رہے' ان کی خواہش میں دیوانے ہوتے رہے' حتیٰ کہ ان اشیاء کیلئے خطرات مول لیتے رہے۔

اُن کا یہ خوف' دہشت اور صدمہ دراصل ان کی اپنی غفلت کے باعث ہوگا۔ اس روز کی ناقابل برداشت سختی یقین نہ رکھنے والوں پر ایک لمحے کیلئے بھی نہ رُکے گی۔ ہر آشکار ہونیوالا واقعہ اُن کے خوف اور دہشت میں اضافہ کرے گا اور گذرنے والا ہر لمحہ اُن کیلئے نئی تکالیف اور سزا لیکر آئے گا۔ وہ زبردست لمحے جن سے اُنہیں اس لمحے گزرنا پڑے گا اُن پر اللہ کی طاقت کو آشکار کر دیں گے' جس سے وہ اس لمحے تک انکار کرتے آئے تھے۔ لوگ جو اس قوت کے سامنے انتہائی کمزور اور بے یار و مددگار ہوں گے' اس وقت سوائے خوف' لاچارگی اور مایوسی کے سوا وہ کچھ نہیں کر پائیں گے۔ گذرتے ہوئے ہر سیکنڈ کے ساتھ اس

خوفناک سزا کا ڈر بڑھتا جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی زندگی میں اُن کیلئے تیار کر رکھی ہے۔ ان خوف و دہشت سے بھرے لمحات کے دوران وہ اس تکلیف کے بے حد قلیل حصے سے دوچار ہوں گے جو دراصل اس کے بعد اُن کا انتظار کر رہی ہوگی۔ قرآن اس خوف کی کچھ تفصیل بیان کرتا ہے۔

لوگوں کا خوف:

اللہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ اگرچہ وہ دیوانہ وار دنیاوی زندگی سے چمٹے ہوئے ہیں، مگر اُن کا یہ دیوانہ پن آخرت میں اُن کے کسی کام نہ آئیگا۔ وہ جن چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں، عزیز رکھتے ہیں اور اُن کیلئے خطرات اٹھانے کو تیار رہتے ہیں اگر وہ اللہ کی خوشنودی کیلئے نہیں تھیں تو وہ انہیں محض نقصان کے سوا کچھ نہ دے سکیں گی۔ دنیا کی ہر دلآویز آسائش دراصل انسان کے امتحان کیلئے تخلیق کی گئی ہے۔ حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، جیسے کہ قرآن وضاحت کرتا ہے:

> ''آراستہ کی گئی لوگوں کے لیے اُن خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور چوپائے اور کھیتی، یہ سب کچھ سامان ہے دنیوی زندگی کا اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔''
>
> (سورہ ال عمران، 14)

لوگ ان آیات میں بیان کردہ حقیقت کی طرح دنیاوی آسائشوں کی دیوانہ وار خواہش کرتے ہیں، اور ان کے پیچھے اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ قرآن دنیاوی زندگی کی حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

> ''خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض کھیل تماشا اور (سامان) آرائش ہے اور آپس میں (حسب ونسب پر) اترانا اور اور ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد حاصل کرنا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو جیسے بادل برسے اور نہال کردے کسانوں کو، اس کی (شاداب وسرسبز) کھیتی،

پھر وہ (یکا یک) سوکھنے لگتے تو اسے دیکھے کہ اس کا رنگ زرد پڑ گیا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور (دنیا پرستوں کیلئے) آخرت میں سخت عذاب ہوگا اور (خدا پرستوں کیلئے) اللہ کی بخشش اور (اس کی) خوشنودی ہوگی اور نہیں ہے۔ دنیوی زندگی مگر نرا دھوکہ"۔

(سورۃ الحدید' 20)

کچھ لوگوں کیلئے' زندگی کی اہم ترین خواہشات میں' دولت' بیٹے بیٹیوں اور دوسری قیمتی اشیاء کا حصول شامل ہوتا ہے۔ ایک اہم ترین سمجھی جانیوالی نعمت اولاد ہے۔ یہ دنیا کے ہر معاشرے کیلئے ایک حقیقت ہے اور اسی لیے قرآن میں اس اہم امر کی طرف خاص طور پر اشارہ کیا گیا ہے۔ نوجوانی میں ہی اولاد کی خواہش کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حال یہ ہے کہ اولاد لوگوں کے درمیان غیر ضروری مقابلے کا باعث بن چکی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے مستقبل کی اُمید کا ذریعہ بھی ہے۔

ایک اور خواہش جو لوگوں میں عام ہے وہ ہے دولت و جائیداد کا حصول۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں آج لوگوں کے مقاصد' منصوبے اور کوششیں دراصل اسی خواہش کے گرد گھومتی ہیں۔ پیسے اور دولت کی خواہش لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہے' اُن کے لیے اخلاقیات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور مادہ پرستی اُن کے کردار کی پہچان بن جاتی ہے۔ لوگ قرآن کے سبق' اس کے احکامات اور منکرات کو بھول جاتے ہیں۔ دولت خود بخود اُن کی منزل بن جاتی ہے اور تعلقات میں ذاتی مفاد اہم ترین ہو جاتا ہے۔

تاہم روز آخرت' ہر چیز اُلٹ ہو جائے گی۔ لوگ اُن سب چیزوں کو بھول جائیں گے' جنہیں وہ بہت اہمیت دیتے تھے' اب انہیں پتہ چل جائے گا کہ وہ اشیاء جن کی وہ خواہش کیا کرتے تھے' حقیقت میں اُن کی کوئی اہمیت نہیں۔ اُن کی اہمیت لمحوں میں بدل جائے گی۔ اولاد اور دولت کی اہمیت باقی نہیں رہے گی اور والدین کے جذبات اپنا معنی کھو دیں گے۔ اس دن کے خوف کے سامنے، لوگ اپنی عزیز ترین ہستیوں کو بھی فراموش کر دیں گے۔ اپنی اولاد تک کو بھی۔ کسی کو اپنی اولاد یاد ہی نہیں رہے گی' کوئی اُن سے اُن کے دولت مند ہونے کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔ ہر طرح سے یہ دن یقین نہ کرنیوالوں کیلئے بہت

سخت ہوگا۔

"اس روز آسمان پگھلی ہوئی دھات کی مانند ہوگا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا حال نہ پوچھے گا۔ دکھائی دیں گے ایک دوسرے کو' ہر مجرم تمنا کرے گا کہ کاش بطور فدیہ دے سکتا آج کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو اپنی بیوی کے بھائی کو اپنے خاندان کو' جو (ہر مشکل میں) اسے پناہ دیتا تھا اور (بس چلے تو) جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو' پھر یہ (فدیہ) اس کو بچا لے"۔

(سورۃ المعارج' 14-8)

"اور یاد کرو جس روز پھٹ جائے گا آسمان اور بادل نمودار ہوگا اور اُتارے جائیں گے فرشتے گروہ در گروہ' اس دن سچی بادشاہی (خداوند) رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا مشکل ہوگا"۔

(سورۃ الفرقان' 26-25)

لوگ نوزائیدہ بچوں کو صحراؤں میں چھوڑ دیں گے' اور لوگوں کو پریشانی کے عالم میں سمجھ نہیں آئے گی کہ وہ کیا کریں۔ خوف اور ڈر اس قدر اچانک اور قوت سے حملہ آور ہوگا کہ حاملہ عورتیں اپنا حمل کھو دیں گی اور مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی:

"جس روز تم اس (کی ہولناکیوں) کو دیکھو گے تو غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی (ماں) اس (لختِ جگر) سے جس کو اس نے دودھ پلایا اور گرا دے گی ہر حاملہ اپنے حمل کو......"

(سورۃ الحج' 2)

وہ تمام لوگ جو ایمان لانے کی دعوت کو مسترد کرتے رہے اور اپنے حقیقی معبود اور دوست' اللہ کے نافرمان بن گئے' وہ اس روز ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے ہوں گے۔ وہ اپنی فکر میں اس قدر مصروف ہوں گے کہ دوستی' اور خاندانی رشتوں کی اہمیت اُن کیلئے ختم ہو جائے گی۔

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اپنے بچوں سے۔ ہر شخص کو ان میں سے اس دن ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (سب سے) بے پروا کر دے گی''۔
(سورۃ عبس۔ 37-34)

لوگ نشہ میں مدہوش نظر آئیں گے:

لوگ اپنا اطمینان' خود اختیاری اور خود اعتمادی کھو دینگے۔ جب موت آجاتی ہے تو ہر چیز کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ چہرے کے تاثرات' طرز عمل اور گفتگو سب بدل جاتا ہے' ہم فلموں میں لوگوں کو موت کے قریب خوف اور دہشت میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اُن کے طرز عمل سے اُن کے دماغ کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اکثر واقعات میں' لوگوں کو' تھوڑی بہت ہی سہی' بچنے کی اُمید ضرور ہوتی ہے۔ وہ لوگ بھی جو جان لیتے ہیں کہ موت اُن تک آ پہنچی ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ اُن کا انجام کیا ہونے والا ہے' وہ صرف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اُن کا وجود ختم ہو جائے گا۔ تاہم یوم حساب کے واقعات لوگوں کے دماغ سے ہر شک و شبہ ختم کر دیں گے اور ان پر واضح کر دیں گے کہ موت سامنے آنے پر بھی فرار ناممکن ہے۔ ایمان نہ لانے والے ایسے دن کی حقیقت سے دوچار ہوں گے جس کی انہیں کبھی توقع نہ تھی۔ حالانکہ انہیں اس کے بارے میں خبردار کیا گیا تھا۔ اس دن کے بارے میں انہیں بتا دیا گیا تھا' جب اس کائنات کے خالق اور ہمیشہ باقی رہنے والے معبود کی موجودگی ہر ایک پر واضح ہو جائے گی' البتہ اس روز ہر شے اس خالق کی مرضی اور اجازت سے فنا بھی ہو جائے گی۔

ان ایمان نہ لانے والوں نے کبھی اس بارے میں غور نہیں کیا ہوگا کہ موت کے بعد کیا ہوگا' کیونکہ وہ تو اللہ اور آخرت کی زندگی پر یقین ہی نہیں رکھتے تھے' لیکن اُس روز انہیں واضح طور پر اللہ کی موجودگی اور اس کی قوت کا اندازہ ہوگا۔ اُنہیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ان کی نجات کی کوئی اُمید نہیں اور اُن کی نئی زندگی ہی لافانی ہے۔ یہ دائمی ہمیشہ باقی رہنے والی تکلیف اور اس کا غم یوم حساب کے واقعات کے مقابلے میں بھی بہت برا اور گراں ہوگا' اور قرآن کہتا ہے کہ ایمان نہ لانے والے یعنی منکرین اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔

''بے شک ہم نے ڈرایا ہے تمہیں جلد آنے والے عذاب سے اس دن دیکھ لے گا ہر شخص (ان عملوں کو) جو اس نے آگے بھیجے تھے اور کافر (بصد حسرت) کہے گا کاش میں خاک ہوتا''۔

(سورۃ النباء' 40)

انتہائی خوف کے عالم میں لوگوں کی جسمانی اور طرز عمل میں تبدیلیاں نشہ کیے ہوئے لوگوں سے ملتی جلتی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کی صورت میں لڑکھڑانا' بوکھلاہٹ' ہسٹریا اور کم دکھائی دینا عام بات ہے۔

اب تک جو باتیں ہمارے سامنے آئی ہیں اُن سے ہم نے دیکھا کہ اس سخت دن لوگ' انتہائی بوکھلاہٹ کا شکار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس انتہائی خوف اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے طرز عمل کو نشہ میں مدہوش ہونے جیسا قرار دیا ہے' کیونکہ لوگ بے اختیار طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالکل ایسے ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑیں گے جیسے کہ وہ نشے میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو قرآن میں یوں بیان فرماتا ہے:

''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے''

(سورۃ القاریہ' 4)

منکرین کی آنکھوں میں خوف:

''قریب آ گیا ہے سچا وعدہ تو اس وقت تاڑے لگ جائیں گی نظریں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا تھا (کہیں گے) صد حیف ہم غافل رہے اس امر سے بلکہ ہم ظالم تھے''۔

(سورۃ الانبیاء' 97)

آنکھیں وہ پہلا ذریعہ ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنے خوف کا اظہار کرتے ہیں۔ جو لوگ روز حساب کے خوفناک واقعات کا مشاہدہ کریں گے ان کی آنکھیں خوف کے مارے حلقوں سے باہر نکل آئیں گی۔ قرآن کے الفاظ کہ ''ایمان نہ لانے والوں کی آنکھیں تاڑے لگ جائیں گے'' اُن کے خوف کے درجے کو ظاہر کرتے ہیں۔ نتیجتاً اُن

کی آنکھوں کے کنارے پھیل جائیں گے' آنکھوں کا سفید حصہ باہر نکل آئے گا اور وہ جم جائیں گی۔ ہر ذی روح کو اس خوف کا مزہ چکھنا ہوگا اور کوئی بات یا قوت اس رونگٹے کھڑے کر دینے والی حقیقت سے بچا نہیں سکے گی۔ لوگ صرف اور صرف خوف میں مبتلا ہوں گے۔

بچے:

"(ذرا سوچو) کہ تم کیسے بچو گے اگر تم کفر کرتے رہے اس روز جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا"۔

(سورۃ المزمل' 17)

یہ خوف بچوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ بچے جو اس دن کی حقیقت سے آگاہ نہیں کہ یہ دن منکرین کیلئے ہمیشہ قائم رہنے والی تباہی کا دن ہے' ان کیلئے یہ خوف کچھ مختلف قسم کا ہوگا۔ لوگ دنیا کی وقتی زندگی میں کیئے گئے اپنے بد اعمال پر انتہائی شرمندہ اور افسردہ ہوں گے مگر بچے' جو اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ کیا ہو رہا ہے' اُن کے بال سفیدی مائل ہو جائیں گے۔ اس طرح کی جسمانی تبدیلی اس روز کی سختی کی اہم علامت ہے۔ لوگ مختلف طرح کے قہر دیکھ چکے ہوں گے اور اُن کے دلوں میں گہرا خوف بیٹھ چکا ہوگا اور اُنہیں بری طرح ہلکان کیئے ہوئے ہوگا۔ مگر اس دن رونما ہونے والے مختلف حقائق میں سے کوئی بھی اتنا حیرت ناک نہیں ہوگا جتنا کہ بچوں کے بالوں کا سفید ہو جانا۔

جانور:

جنگلی جانوروں کا تصور کیجئے' چیتے' شیر' بھیڑیئے' گیدڑ' ریچھ...... یہ جانور روز حساب کے واقعات اور حقیقتوں کے باعث ایک دوسرے سے لڑنا بند کر کے اکٹھے جمع ہو جائیں گے۔ یہ یقینی طور پر ایک حیرت انگیز منظر ہوگا کہ ہزاروں جنگلی جانور اس طرح جمع ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی مختلف آیات میں، روز حساب زمین اور انسانوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو بیان فرماتا ہے۔ ایسے ہی' جنگلی جانوروں پر بھی اس کا مکمل اثر ہوگا۔

جیسے کہ قرآن کہتا ہے:

”اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹیناں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے“۔

(سورۃ التکویر 4-5)

کائنات اللہ پاک نے تخلیق کی

کائنات کی تخلیق کے بارے میں اب تک کئی نظریات اور تو مفروضے قائم کیے جا چکے ہیں۔ کچھ لوگوں نے جنہوں نے کائنات کی ابتداء کے بارے میں سائنسی شہادت کو مسترد کر دیا تھا' یہ نظریہ پیش کیا کہ مادہ تو ہمیشہ سے موجود تھا۔ اس نظریہ کا حامی ایک مفروضہ ''مستقل حالت کا مفروضہ'' کہلاتا ہے۔ تاہم جامع اور طویل تحقیق نے ٹھوس شہادت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات کی باقاعدہ شروعات ہوئی تھی۔ جبکہ ''مستقل۔ حالت کا مفروضہ'' اب سائنس کی تاریخ کا بھولا بسرا باب بن چکا ہے۔

تحقیقی مواد سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات بغیر کسی ماخذ کے وجود میں آئی۔ اسی طرح کائنات کی ابتدا دھماکے سے اچانک ہوئی۔ اس سے پہلے' یہاں کچھ موجود نہیں تھا۔ کوئی مادہ، قوت، خلاء، وقت یا کائنات موجود نہیں تھی۔ ایک لامحدود کثافت کے حامل دھماکے کے نتیجے میں صفر حجم کے نقطہ سے' مادہ برآمد ہوا اور ناقابل بیان رفتار سے ہر سمت میں پھیل گیا اور اس کے نتیجے میں ستارے' سیارے اور دوسرے کائناتی اجسام وجود میں آئے۔ کائنات پھیلتی گئی' روشن ہوئی' تیزی سے بڑھی' اور وقت کے ساتھ' سرد ہو کر موجودہ شکل میں تبدیل ہو گئی۔

موجودہ زمانے تک' علم کائنات کے متعلق زیادہ تر کتابیں' سائنس جرنلز اور اس موضوع پر لکھے جانیوالے مضامین' اور ان میں پیش کی جانیوالی شہادتیں' بتاتی ہیں کہ کائنات ایک بڑے دھماکے سے وجود میں آئی اس لیے اس کی ایک مخصوص عمر ہے۔ اس بارے میں تحریر شدہ مواد کو چند سطروں میں پیش کرنا تو ناممکن ہے' تاہم ایک دو مثالیں ضرور پیش کرنا

چاہیں گے۔

یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے پروفیسر جارج اوابیل کہتے ہیں کہ اگر چہ مستقبل شکل کی کائنات کا نظریہ مادہ پرست انسانوں کو بہت دل پسند لگتا ہے' لیکن نئی شہادتوں کی روشنی میں اسے مسترد کرنا ہی ہوگا۔

مستقل شکل کے نظریئے میں کائنات لافانی اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور اسی لیے منطقی اعتبار سے لوگ اسے زیادہ پسند کرتے ہیں' لیکن ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ مخصوص اجسام کائنات کی بڑھتی عمر کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ خاص طور پر وہ اجسام، جو کائناتی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ مزید براں اس بات کی ٹھوس شہادتیں موجود ہیں کہ کائنات ایک گرم 3 کثافت آمیز حالت سے وجود میں آئی جو زوردار دھماکے کے نظریئے کو تقویت دیتا ہے۔

جب امریکی سائنسدانوں نے خلاء میں روشنی کے منتشر ہونے کے طریقہ کار کی دریافت کا اعلان کیا' جو کہ وقت کی ابتدا کا بھی ایک نشان ہوسکتا ہے' خلائی طبیعات کے ماہر جارج سموتھ نے' جو کہ اس تحقیقی ٹیم کے سربراہ تھے' کہا: ''ہمیں جو ملا ہے وہ کائنات کی تخلیق کا ثبوت ہے...... یہ بالکل ایسے ہے جیسے ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ اس طریقہ کار کی ترتیب اور توازن اس قدر خوبصورت ہے کہ آپ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اسے باقاعدہ ڈیزائن کیا گیا ہے۔'' کسی اور جگہ سموتھ نے اس بارے میں مزید کہا: ''یہ ایک جادوئی تجربہ ہے' کسی مذہبی تجربے کی طرح۔ یہ حقیقتاً ایسے ہے جیسے ہم نے اس کائنات کو چلانے والے نظام کو پالیا ہو۔''

اس نظریئے کے تحت کہ کائنات کا ایک آغاز تھا' یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یہاں کچھ نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے تخلیق کیا گیا۔ چنانچہ اگر تخلیق ہوئی تھی تو پھر خالق بھی ہونا چاہیے۔ یہ کائنات پہلے سے موجود کسی نمونے کے بغیر اور حتیٰ کہ وقت اور خلاء کی موجودگی سے بھی پہلے تخلیق کی گئی۔ اس نظریئے سے جو اہم ترین حقیقت سامنے آئی وہ یہ کہ کائنات کی ابتداء ہوئی اور اس کا ایک ہمیشہ سے موجود اور سب سے زیادہ قوت والا خالق موجود ہے۔ یعنی اللہ نے اس کائنات کو تخلیق کیا!

زوردار دھماکہ ہی وہ پہلی حرکت ہے جو ہم اس کائنات میں شمار کر سکتے ہیں۔ اس حرکت سے لیکر آج تک اس کائنات میں ہونیوالی ہر حرکت اور واقعہ اللہ کے حکم اور مرضی سے وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہ بات قطعی نا قابل فہم اور غیر منطقی ہے کہ مادہ غیر ارادی طور پر خود اپنی مرضی سے دھماکے کے ذریعے اپنے آپ کو ستاروں کے نظام اور اس شمسی نظام میں ڈھال لے جس سے ہماری کائنات جڑی ہوئی ہے۔ اس ماحول میں جو چیز بھی دکھائی دیتی ہے' خواہ وہ کسی کا اپنا جسم ہی کیوں نہ ہو' وہ اللہ کے حکم اور اس کے علم سے ایک حتمی طریقہ پر تخلیق کی گئی ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ نے پہلے آسمان بنائے' پھر زمین اور آخر میں جاندار۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انتہائی نازک توازن اور طریقے سے تخلیق کیا۔ اس تخلیق میں لاتعداد عناصر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں' جن میں زمین کی سطح کے درجہ حرارت میں ماحول کی مختلف گیسوں کے تناسب سے لیکر بارش کی رفتار اور زمین کی سطح میں لوہے کے ذخائر تک شامل ہیں۔ کشش ثقل جو ستاروں اور تمام سیارچوں کو اُن کے مقررہ مداروں میں قائم رکھتی ہے وہ بھی اللہ کے تخلیق کردہ اس عظیم نظام کی ایک مثال ہے۔ اس کائنات میں موجود ہر مادہ اپنے حجم کے اعتبار سے کشش ثقل رکھتا ہے۔ زمین کی کشش ثقل سمندروں اور جانداروں سمیت اس پر موجود ہر شے کو مضبوطی سے زمین کی سطح پر قائم رکھتی ہے۔ اس طرح' لوگ اور دوسری مخلوق' جن میں سمندر اور پہاڑ بھی شامل ہیں' خلاء کے اندھیروں میں نہیں گرتے۔ زمین کا پھیلاؤ اس حوالے سے بہت اہم ہے: اگر اس کا پھیلاؤ ذرا بھی زیادہ ہوتا' تو یہ اس سیارہ پر موجود ہر شے کو دھکیل دیتا۔ نتیجتاً زمین کا پانی اپنی جگہ چھوڑ دیتا' لوگوں کیلیے چلنا ناممکن ہو جاتا' پانی درختوں کی شاخوں پتوں تک نہ پہنچ پاتا' سبزیاں اُگانا ناممکن ہو جاتا اور دوران خون کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اس کے نتیجے میں خون کی گردش پیروں کی طرف منتقل ہو جاتی۔ یہ اور اس طرح کی دوسری تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ زمین کا پھیلاؤ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ اس پر موجود زندگی کا نظام قائم رہے۔

کائنات کے اختتام کے بارے میں تحقیق کرنے والے سائنسدان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کائنات پر موجود ہر شے زوال کے نظام پر گامزن ہے اور یہ کہ کائنات کا

اختتام بھی دراصل اسی زوال کے نظام کا نتیجہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ حتیٰ کہ ایک غیر متوازن پروٹون بھی اس خاتمے کا سبب بن سکتا ہے۔

کائناتی توازن، اگر وہ حقیقی ہے، صدیوں تک جاری رہے گا مگر جب اس میں کوئی معمولی تبدیلی ہوئی کچھ بھی نہیں بچے گا، کوئی ستارہ، لوگ، نظمیں، ایٹمز یا یادیں باقی نہیں رہیں گی......

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ہماری توجہ حقیقی خطرے کی طرف مبذول کرائی گئی ہے:

کوئی تحقیقی پراجیکٹ اور نہ ہی کوئی تجربہ آج تک کسی ایک غائب ہونیوالے پروٹون کو ظاہر کر سکا ہے۔ تاہم اس بات نے سائنسدانوں کو اس امور کی طرف تحقیق کرنے سے بددل نہیں کیا۔ سائنسدانوں کے نزدیک ایک پروٹون کو ختم ہوتے دیکھنے کا مطلب ہے کہ کائنات تحلیل ہونے کے عمل کے قریب پہنچ گئی ہے۔ ایک پروٹون کے خاتمے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کائنات پر موجود ہر شے ختم ہونے جا رہی ہے، ایک پروٹون کا خاتمہ تمام پروٹونز کے خاتمے کو ظاہر کرے گا اور پھر نتیجتاً ایٹم ختم ہوں گے پھر مالیکیول اور ڈی این اے ترتیب نہیں پا سکیں گے"

یہ کچھ مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ کائنات کو ایک اعلیٰ ترین قوت نے تخلیق کیا، جس نے اسے زبردست ترتیب اور توازن بھی عطا کیا ہے۔ ہمارے تمام طاقتور حاکم اس غلطیوں سے پاک نظام کو حیرت سے دیکھتے ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو تاکہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اللہ تعالیٰ کے بعد، بے شک وہ بڑا حلیم (اور) بخشنے والا ہے"۔

(سورہ فاطر، 41)

اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس کائنات پر موجود ہر شے ختم ہو جائے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ، جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور قائم رکھے ہوئے

جب چاہے اسے تباہ کر سکتا ہے۔ اس آخری روز یعنی یوم حساب کو تمام جاری نظام رُک جائیں گے اور ہر وہ چیز جس کی لوگ تعریف کیا کرتے تھے جستجو رکھتے تھے اور جسے حاصل کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے تھے اُلٹ دی جائے گی۔

"اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے اس کو ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ پس وہ (ہر عیب سے) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا"۔

(سورۃ یٰسین، 82-83)

کائنات کی قطعی تباہی:

ہماری دنیا انتہائی خوفناک خطروں میں گھری ہوئی ہے۔ حیران کن طور پر اگر چہ ہم ان خطرات سے آگاہ ہیں، پھر بھی ہم میں سے زیادہ تر لوگ ایسے رہتے ہیں جیسے کہ اس کائنات پر حیات کے خاتمے کا کوئی خطرہ درپیش نہیں اور جیسے کہ ہماری زندگیوں کی ضمانت دی گئی ہے۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ موت اور اس کے بعد کا تصور نہیں کرتے۔

ہماری دنیا ایک نہ ختم ہونیوالی خلاء میں لمبے سفر پر گامزن ہے۔ درحقیقت اس سفر کو ممکن بنانے والے عناصر ہماری توقع سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ زمین کو اس سفر میں بہت سے خطرات کا سامنا ہے۔ دم دار ستاروں سے گرتے ستاروں اور بلیک ہولز سے سپر نوا اور دھماکوں تک زمین خطروں میں گھری ہے۔ اس کیلئے سورج کے گرد اپنے مدار میں گھومنا ایک مستقل رفتار سے محور میں رہنا سورج سے مناسب زاویے پر مخصوص راستے پر چلنا اور زندگی کے نظام کو قائم رکھنے کیلئے توازن برقرار رکھنا اشد ضروری ہے۔

پھر یہ کہ اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ بیرونی خطرات زمین کے اس توازن کو تباہ نہیں کرینگے۔ سائنسدان جو موقع بہ موقع ان خطرات میں نشاندہی کرتے رہتے ہیں اُن کا ماننا ہے کہ زمین کو ایسے خطرات کا کسی بھی وقت سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جیسے کہ پروفیسر کارل ساگان کہتے ہیں:

زمین ایک خوبصورت اور زیادہ یا کم مگر پرسکون جگہ ہے۔ یہاں چیزیں بدلتی ہیں مگر آہستہ آہستہ۔ ہم یہاں پوری زندگی گزار سکتے ہیں اور اس دوران زیادہ تر ہمیں ذاتی طور پر طوفان سے بڑھ کر کسی خطرناک قدرتی آفت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اور اس طرح ہم مطمئن' پرسکون اور غافل ہو جاتے ہیں۔ مگر قدرت کی تاریخ میں ریکارڈ بالکل واضح ہے۔ دنیائیں تباہ و برباد ہوتی آئی ہیں۔ حتیٰ کہ ہم انسان خود اس قابل ہو چکے ہیں کہ پیچیدہ تکنیکی عمل کے ذریعے خود اپنی تباہی کو ممکن بنا دیں' اور ایسا اردتاً یا غیر ارادی طور پر ممکن ہے۔ دوسرے سیاروں کے تحقیقاتی مراکز میں' جہاں ان سیاروں کے ماضی کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہے' ان سیاروں پر عظیم تباہی کی بے شمار شہادتیں ملتی ہیں۔ یہ سب صرف وقت پر منحصر ہے۔ کوئی واقعہ جس کے بارے میں گذشتہ سالوں کے دوران سوچا بھی نہیں جا سکتا یا جس کی گذشتہ سو ملین سالوں میں مثال نہ ہو رونما ہو سکتا ہے۔ ہماری زمین پر بھی' یہاں تک کہ ہماری صدی کے دوران حیران کن قدرتی واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ 7

اوپر بیان کی گئی کسی وجہ سے زمین تباہی کا شکار ہو جائے تو یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہو گی۔ شاید یہ سب چیزیں اللہ کے فرمان کے مطابق روز حساب وقوع پذیر ہوں گی کیونکہ اس روز ہماری زمین کا توازن بگڑ جائے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی خرابی کے بغیر کام کر رہے نظام میں کسی قسم کا نقصان بڑی تباہی کا سبب بن جائے گا' اور شاید روز حساب' جس کا تصور کرنا لوگ پسند نہیں کرتے اور اسے مستقبل کی بات قرار دیتے ہیں' قریب ہی پہنچ چکا ہو۔

زمین کے خاتمے کی ممکنہ وجوہات:

وہ بے شمار عناصر جو ہماری زمین کو قائم رکھنے کا باعث ہیں بیک وقت اور بالکل اسی طرح سے ہمیشہ موجود رہنے چاہئیں جیسے کہ وہ اس وقت موجود ہیں۔ بہت سے سائنسدان اس بات کی تحقیق کر رہے ہیں کہ زمین پر موجود اس قدرتی توازن کو کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ایک چھوٹی مثال یوں ہے کہ: سائنسدان اور ماہرین ماحولیات پیش گوئی کرتے ہیں کہ تیل اور کوئلے کے فضلات سے ماحول اور معاشیات کو پہنچنے والے نقصانات

کو کم کرنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ 8

اس شعبے کے ماہرین کہتے ہیں کہ آئندہ پیش آنیوالی تباہ کن صورتحال مستقبل قریب میں ان فاضل مادوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی مقدار ہوگی جس سے درج ذیل نتائج سامنے آسکتے ہیں:

1۔ دنیا کے عظیم ترین دریاؤں جیسے کہ نیل اور گینجس کا ڈیلٹس سیلاب کے ساتھ بہہ کر غائب ہو جائے گا' اور بنگلہ دیش کا ایک چوتھائی علاقہ' اور اس کے ساتھ چین کا پورا ڈیلٹس پانی میں ڈوب جائے گا۔

2۔ مالدیپ اور دوسرے جزائر اور جزائر پر مشتمل ریاستیں سمندر میں مدغم ہو جائیں گی۔

3۔ زرخیز ملکوں کا بڑا رقبہ (مثال کے طور پر' مڈویسٹ امریکہ' یورپ اور کازکستان) صحراؤں میں تبدیل ہو جائے گا' اور ترکی صحارا سے ملتی جلتی شکل اختیار کر لے گا۔

4۔ سائبیریا اور کینیڈا کے منجمد زمینی علاقوں پر برف پگھلے گی اور اس سے پائپ لائنز' ریلوے ٹریکس اور عمارتوں کو تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

5۔ دنیا کے تمام جنگلات کا ایک تہائی حصہ تباہ ہو جائے گا۔ درختوں اور پودوں کی تعداد میں اس کمی کے باعث' ہماری دنیا کے ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھے گی' ہمارے پھیپھڑے سانس لینے میں دشواری محسوس کریں گے' ساتھ ہی اس سے دنیا میں درجہ حرارت تیزی سے بڑھے گا اور صحت کے مسائل میں بے حد اضافہ ہو جائے گا۔

6۔ گرم علاقوں میں' ٹائی فونز' سائیکلونز اور دوسری قدرتی آفات زیادہ تیزی سے رونما ہوں گی۔ پانی کے موجودہ دھارے جیسے کہ گلف سٹریم اور ایل تینو' بحر اکاہل اور بحر اوقیانوس میں اپنا راستہ تبدیل کرلیں گے اور نہ صرف زمین پر موسمی حالات تبدیل کرنے کا باعث بنیں گے بلکہ سمندر میں بھی کئی تبدیلیاں لائیں گے۔

7۔ ٹیکساس اور بحیرہ روم سے ملحقہ یورپ کے ساحلی علاقے ملیریا اور دوسری متعدی بیماریوں کی آماجگاہ بن جائیں گے۔

8۔ تمام گلیشیئرز کا ایک چوتھائی حصہ اور ہمالیہ اور دیگر اہم پہاڑی چوٹیوں پر ہمیشہ سے

موجود برف پگھل جائے گی۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونیوالا پانی بہت سے ساحلی قصبوں کو بہالے جائے گا اور بہت سی جزیروں پر مشتمل ریاستیں صفحہ ہستی سے غائب ہو جائیں گی۔ اندازاً ان متاثرہ علاقوں کے 100 ملین افراد یا تو مارے جائیں گے اور یا پھر بے گھر ہو کر دوسرے علاقوں میں چلے جائیں گے

اوپر بیان کئے گئے تمام خطرات کی سائنسی تحقیق کے نتیجے میں پیش گوئی کی گئی ہے۔ ایک بار زمین پر یہ عمل شروع ہو گیا تو پھر صرف اللہ تعالیٰ ہی اسے روک سکے گا۔ 1997ء میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار میں 25 فی صد اضافہ سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آئے: کئی گلیشیرز کے بڑے حصے پگھل گئے' برف کی چٹانیں پگھلیں اور ان کی وجہ سے سمندروں میں پانی کی سطح میں اضافہ ہو گیا' سرد موسم معمول سے بھی زیادہ سرد ہونے لگا' موسلا دھار بارشیں اور تباہ کن جھکڑ اور سیلاب آنے لگے۔ اوزون کی تہہ میں سوراخ نے زمین کو خلاء سے آتی نقصان دہ شعاعوں کا نشانہ بنا دیا' جس سے کینسر کے مرض میں اضافہ ہوا' نئی نئی بیماریاں سامنے آئیں اور پودوں کی زندگی کو شدید خطرات لاحق ہو گئے۔ امریکی سائنسدان اور گرین پیس کی مہم چلانے والوں کو الاسکا میں تحقیق کے دوران پتہ چلا کہ "بیرنگ گلیشیر" لمبائی میں 12 کلومیٹر (7.5 میل) کم اور 130 مربع میٹر (155 سکوائر گز) حجم میں کم ہو گیا ہے۔ 10 سمندر کے پانی کا درجہ 0.8 ڈگری بڑھ گیا۔ "مونگے" جو ایکو سسٹم کے توازن میں اہم کردار ادا کرتے ہیں' مرنے لگے: اور سمندری پودوں کا 80 فیصد بالکل ختم ہو گیا"۔ 11

گذشتہ کچھ صدیوں کے دوران' دنیا کے ممکنہ خاتمے کی کوئی وجوہات سامنے آئی ہیں اور ان کی تعداد میں ہر گزرنے والے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ ہمارے سیارہ کی موجودہ صورتحال ایک اہم پیغام لیے ہوئے ہے: زمین کا خاتمہ ایک حقیقت ہے' اور اس کا وقت نزدیک آ رہا ہے۔ ماہرین طبیعات' خاص طور پر اکثر اس بارے میں یوں اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہیں:

اگر کائنات بے شمار نظاموں پر مشتمل ہے' اور تیزی سے خرابیوں کا شکار ہو رہی ہے...... تو بالآخر یہ درجہ حرارت کے عدم توازن کا شکار ہو جائے گی...... اس کے نتیجے میں

فوری طور پر دو اہم نتائج سامنے آئیں گے۔ پہلا یہ کہ کائنات حتمی طور پر ختم ہو جائے گی' جیسے کہ یہی اس کی قسمت تھی' اسے ماہرین طبیعات کائنات کی ''گرمی سے موت'' قرار دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کائنات ہمیشہ سے موجود نہیں ہو سکتی تھی' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنے توازن کے اختتام کی سٹیج پر نا معلوم عرصہ پہلے ہی پہنچ چکی ہوتی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود نہیں تھی۔12

یہ بات حیران کن ہے کہ بے شمار لوگ اپنے خاتمے اور اللہ کے جلال کو بھول کر زندگی بسر کرتے رہتے ہیں' انہیں لازمی اختتام یعنی موت کے فکر کی بجائے دنیاوی زندگی مکمل طور پر گھیرے رکھتی ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو جب موت اور اس کی سختیوں کی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ابھی دور کی بات ہے۔ گویا وہ قرآن کی تعلیمات سے انکار کرتے ہیں اور ان کے نزدیک قرآن میں روز حساب کے بارے میں بیان کردہ وضاحت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ ایسے غافل ہوتے ہیں جیسے وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہوں' اور یوں ہمیشہ قائم رہنے والی آخرت کی زندگی پر دنیا کی وقتی اور فانی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ موت' جس سے لوگ ہر قیمت پر بچنے کی کوشش کرتے ہیں' ضرور انہیں جا پکڑے گی' کیونکہ نہ ہی انسان اور نہ ہی یہ پوری کائنات موت سے بچ یا اسے روک سکتی ہے۔ قرآن اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

> ''آپ (انہیں) فرمائیے: یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی۔ پھر لوٹایا جائے گا تمہیں اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر چھپے اور ظاہر کو۔ پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان (اعمال سے) جو تم کیا کرتے تھے''۔

(سورۃ الجمعہ'85)

ہم نے زمین کے خاتمے کے بارے میں اوپر جو حقائق بیان کیے ہیں وہ ایک اعتقاد نہیں بلکہ طبعی حقائق ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جو زمین کے خاتمے میں کردار ادا کریں گے اور سائنسی دریافتوں کی صورت میں خود کو آشکار کریں گے۔ ان حقائق کی وجہ سے اُن لوگوں کو بھی جو اللہ یا کسی دوسرے مذہب پر یقین نہیں رکھتے' یہ ماننا پڑے گا' کہ کائنات اپنے منطقی

انجام کے قریب پہنچ رہی ہے۔ چنانچہ روز حساب اور آخرت کی زندگی پر یقین نہ رکھنے والوں کیلئے بھی یہ حقیقت تو واضح طور پر موجود ہے۔ یہ ایک خوفزدہ کر دینے والی حقیقت ہے' کیونکہ اس کا مطلب ہے ہمیشہ کیلئے خاتمہ۔ روز حساب کے قریب آنے کے آثار لوگوں کو مختلف طرح سے سوچنے پر مائل کرتے ہیں: کچھ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے' اُن کے نزدیک اس کا مطلب وہی ہے' یعنی ہمیشہ کا خاتمہ' جبکہ ایمان والوں کے نزدیک اس کا مطلب ہے دائمی خوشی یا ہمیشہ کا عذاب......

کائنات کا خاتمہ: بند اور کھلی کائنات کے نظریات:

سائنسدان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ "Big Bang theory" یا زوردار دھماکے کا نظریہ' ناقابل تردید اور مکمل طور پر سائنسی مواد پر مشتمل ہے۔ اس کے مطابق' کائنات ایک اچانک دھماکے کے ذریعے ایک لامحدود کثافت کے حامل نقطہ سے پیدا ہوئی اور اس کے حجم میں تیزی سے پھیلاؤ اور خلاء میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ سرد ہوتی گئی اور بالآخر اس نے موجودہ صورت اختیار کر لی۔

چنانچہ' یہ پھیلاؤ کب تک جاری رہے گا؟ کسی شے کا پھیلاؤ جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کی کشش ثقل اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے...... ایک حد تک کشش ثقل پھیلاؤ کی شرح کو قبول کرتی ہے' تاہم اگر کشش ثقل چھوٹی ہے' تو پھیلاؤ سے بچا نہیں جا سکتا۔ سائنسدانوں کے مطابق' اگر کائنات کا حجم ایک خاص حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر ایک روز پھیلاؤ رُک جائے گا اور کائنات خود ہی تباہی کا شکار ہو جائے گی۔ یہ نظریہ ''بند کائنات کا ماڈل'' کہلاتا ہے۔ لیکن اگر حجم پھیلنے کے باوجود اس خاص حد سے کم رہتا ہے' تو ثقل کی قوتیں پھیلاؤ پر قابو پانے میں ناکام رہیں گی اور وہ اسی طرح لامحدود حد تک پھیلتا جائے گا۔ یہ ''کھلی کائنات کا نظریہ'' ہے۔

کائنات یا تو بند ہو کر ختم ہو جائے گی' یا پھر آخری حد تک پھیلتی جائے گی اور پھر تھک کر ختم ہو جائے گی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی اور طریقے سے ختم نہیں کر دیتا۔ یہ جاننے کیلئے کہ دونوں نظریات میں سے کائنات کا خاتمہ کس کے تحت ہوگا' ہمیں اس کا مجموعی

حجم معلوم کرنا ہوگا۔

چونکہ یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے اس لیے سائنسدانوں نے اس کے حجم کی بجائے اس کی کثافت معلوم کرنا زیادہ مناسب خیال کیا ہے کیونکہ اگر کثافت ایک خاص مقام تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی کشش ثقل نظام شمسی کے پھیلاؤ پر غالب آ جائے گی۔ لیکن اگر اس کی کثافت اس خاص مقام تک نہیں پہنچ پاتی۔ تو پھیلاؤ ہمیشہ جاری رہے گا' کیونکہ کشش ثقل نظام شمسی کے پھیلاؤ پر قابو نہیں پا سکتی۔ سائنسدان اس نقطہ نظر سے کائنات کے خاتمے کے متعلق تحقیق کر رہے ہیں۔ انہوں نے اب تک بہت سے تجربات کیے ہیں اور مختلف کہکشاؤں کی روشنیوں پر دوربینوں کی مدد سے تجزیات میں گھنٹوں وقت خرچ کیا ہے۔

شمسی نظام کی رفتار کی پیمائش کی گئی: ان کے سائز' شدت اور فاصلے سے متعلق اعداد و شمار مرتب کیے گئے: اور کائنات کی اصل کثافت کے بارے میں تحقیق کی گئی۔ حاصل ہونیوالا مواد اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ کائنات کی موجودہ کثافت خطرناک کثافت کے قریب قریب ہے۔ دوسرے لفظوں میں' زیادہ امکان یہ ہے کہ کائنات بند ہے۔ امریکی سائنسدانوں ایڈون لو اور ائیرل سپائکر کے مرتب کردہ اعداد و شمار کو...... جو انہوں نے ہزاروں کہکشاؤں کی تحقیق کے نتیجے میں مرتب کئے تھے...... 1986 میں پہلے سے موجود مواد میں شامل کیا گیا۔ ان دونوں سائنسدانوں کی تحقیق کے اعداد و شمار کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ کائنات کے بند ہونے کے امکانات 90 فیصد تک پہنچ چکے ہیں۔

مزید براں' کائنات کی کثافت کے بارے میں اعداد و شمار مرتب کرتے ہوئے اہم امور کو شامل نہیں کیا گیا' جس سے 90 فیصد اعداد و شمار حاصل ہوئے' مثال کے طور پر' بلیک ہولز کو اس تحقیق میں شامل نہیں کیا گیا۔ اگر انہیں اس میں شامل کیا جاتا' تو کثافت کی ویلیو کافی زیادہ بڑھ جاتی۔ ایک بار اندھیرے اجسام کی کثافت...... جو کہ تمام کہکشاؤں میں موجود ہیں...... اعداد و شمار میں شامل کی گئی تو حاصل ہونیوالے نتائج سے پتہ چلا کہ کائنات جلد ہی پھیلنا بند کر دے گی اور خود ہی تباہ ہو جائے گی۔ ڈاکٹر جان گربن' جو کہ ایک مشہور ماہر طبیعات اور سائنس رائٹر ہیں' کہتے ہیں کہ بند کائنات کے ماڈل کے بارے میں شہادتیں کبھی بھی اتنی ٹھوس نہیں تھیں جتنی کہ اب ہیں۔ 13

ذرا مختلف انداز میں اسی بات کو کہیں تو' کائنات ایک خطرناک مقام پر پہنچ چکی ہے اور کسی بھی وقت تباہی کا شکار ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک روز کائنات کو واپس اس کی اصل شکل میں تبدیل کر دے گا:

"(یاد کرو) جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو جیسے لپیٹ میں دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات جیسے ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لوٹائیں گے یہ وعدہ (پورا کرنا) ہم پر لازم ہے یقیناً ہم (ایسا) کرنے والے ہیں"۔

(سورۃ الانبیاء' 104)

بہت ممکن ہے کہ یہ فرمان بند کائنات کے ماڈل کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ ہم نے یہاں جو اعداد و شمار اور حقائق پیش کیے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ سائنسی مواد کائنات کی ممکنہ تباہی کا مظہر ہے۔ مزید برآں مادہ پرست نظریات کے مالک لوگ بھی تحقیقی نتائج کے خلاف کوئی واضح دعویٰ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر شرمین' جو کہ یونیورسٹی آف شکاگو کے شعبہ فلکیات کے پروفیسر ہیں' کہتے ہیں کہ بند کائنات کا نظریہ خاص طور پر مذہب اور فلسفہ سے منسلک سمجھا جاتا تھا' مگر اب اس نظریے کے بارے میں تجرباتی اور نظریاتی شہادتیں موجود ہیں جو اس کی سچائی کو ثابت کرتی ہیں۔"14

ہماری کائنات 15 بلین سال سے پھیل رہی ہے' مگر حاصل کردہ نتائج کے مطابق اور اس وقت جب اللہ چاہتا ہے' کشش ثقل شاید پھیلاؤ پر غالب آ جائے گی اور اسے بند کر دے گی۔ جب کشش ثقل زیادہ طاقتور قوت بن جائے گی تو ایک بند اور انتہائی کثافت کی حامل کائنات میں' ہر شے تباہ ہونا شروع ہو جائے گی اور الٹی ہو جائے گی۔ وہ اشیاء یا اجسام جو اس وقت تک سرد تھے گرم ہو جائیں گے اور جو پھیل رہے ہوں گے' سکڑ جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں' تمام کہکشائیں تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آ جائیں گی۔

اس نظریہ کے مطابق' کشش ثقل کائنات کے پھیلاؤ کو ختم کر دے گی اور کہکشاؤں کو انتہائی تیز رفتاری سے ایک دوسری کی طرف حرکت دینے کا سبب بن جائے

گی۔ پھر ہولناک تصادم ہوں گے: بڑے بڑے ستارے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور اپنی روشنی کھودیں گے۔ چاند' سورج اور زمین' بلکہ دوسرے تمام ستارے اور سیارے بھی روشنی کھودیں گے' اور اس عمل کے اختتام پر عدم توازن کی شکار کائنات ایک مرکز کی طرف سکڑتی ہوئی تباہ ہو جائے گی۔ پوری کائنات کا نقشہ بدل جائے گا۔ ہمیں معلوم ہے کہ زمین کے مدار میں معمولی تبدیلی بھی جانداروں کو جلا دینے والے درجہ حرارت یا منجمد کر دینے والی حالت کا شکار کر کے موت سے ہمکنار کر سکتی ہے' یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ماحول میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی تباہ کن اثرات کا حامل ہو سکتا ہے' اور زمین کے محور کے 27 °23 زاویہ میں معمولی تبدیلی موسموں کو شدید کر دے گی' ان حقائق کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کائنات کے بیش قیمت توازن میں جس پر اس کا نظام قائم ہے' تبدیلی کا کیا منفی اثر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سورج اور چاند دونوں روز حساب روشنی کھودیں گے۔ شاید اللہ کا یہ فرمانا اسی بند کائنات کے نظریہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر سکڑاؤ وقوع پذیر ہوتا ہے' دنیا ہمارے شمسی نظام کے دوسرے سیارے اور ستارے' سورج اور چاند سمیت سب باہم متصادم ہو جائیں گے۔

قرآن پاک یہ بھی بتاتا ہے کہ ستارے اپنی جگہیں چھوڑ کر تیزی سے آسمانوں میں جا گریں گے (سورہ التکویر' 2)۔ یہ آیت مبارکہ بھی بند کائنات کے نظریے کی طرف اشارہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ستارے اپنے مدار چھوڑ دیں گے اور باہم ٹکرا جائیں گے۔ سکڑتی ہوئی کائنات میں' وقت پیچھے کی طرف چلے گا' اور اس وقت زمین پر وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور بلیک ہول میں داخل ہونے پر پیش آنے والے واقعات میں مماثلت ہو سکتی ہے۔ دوسری سب چیزوں کی طرح کشش ثقل کی قوتیں بھی الٹی ہو جائیں گی۔ زمین اپنی بنیاد چھوڑ دے گی اور جھٹکے کھانے لگے گی' پہاڑ اپنی جگہ سے اُکھڑ جائیں گے' اور سمندر اپنے کناروں سے باہر نکل آئیں گے۔ ہم نہیں جانتے یہ عمل کتنی دیر جاری رہے گا' مگر یہ سب واقعات ہو کر رہیں گے کیونکہ اللہ نے انہیں قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

ہم اس سارے نظریہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں: اگر بند کائنات کا نظریہ سچا ہے' کائنات ایک مقام پر جمع ہو جائے گی اور اللہ کے حکم سے فنا ہو جائے گی۔

تاہم' اس کا مطلب یہ نہیں کہ ''کھلی کائنات کا نظریہ'' کائنات کو تباہ ہونے سے بچالے گا۔ اگر یہ نظریہ سچا ہے' تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کائنات کسی اور طریقہ سے تباہ ہو گی۔ جب سے یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے' اس کی کثافت میں اضافہ ہوتا رہا ہے' اور اس کا درجہ حرارت تقریباً مطلق صفر تک پہنچ چکا ہے۔ خلاء میں اس وقت ریکارڈ کیا جانیوالا درجہ حرارت °270- سینٹی گریڈ ہے...... جو مطلق صفر سے صرف 3 ڈگری زیادہ گرم ہے۔15 جب تک پھیلاؤ جاری ہے' کائنات کا درجہ حرارت بھی کم ہوتا رہے گا۔ °270 سینٹی گریڈ زندگی جاری رکھنے کیلئے بہترین درجہ حرات ہے16۔ حتیٰ کہ اس میں معمولی تبدیلی بھی زندگی کو موت سے ہمکنار کر دے گی۔ ایک مسلسل پھیلتی کائنات میں یہ درجہ حرارت مستقل نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ' جب یہ درجہ حرارت کم ہو گا' نسل انسانی اور کائنات پر موجود تمام جاندار اشیاء موت کا شکار ہو جائیں گی۔

ان دونوں نظریات کے حوالے سے حالیہ تحقیقات کے نتیجے میں ملنے والی معلومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بند کائنات کا نظریہ درست ہے۔ اگرچہ سائنسدان حتمی طور پر نہیں کہتے کہ کونسا نظریہ درست ہے مگر وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نظریہ جو بھی درست ہو...... کائنات کا انجام ایک ہی ہو گا:

دونوں نظریات میں کائنات ختم ہو جاتی ہے' البتہ مختلف طریقوں سے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر وضاحت کی ہے' دونوں نظریات ہمیں آخری روز کی طرف لے جاتے ہیں۔ تاہم' کئی دوسرے حقائق بھی ہیں جو کائنات کے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں' جیسے کہ سورج کی زندگی کی مدت کا ختم ہو جانا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

سورج مدت حیات مکمل کر لیتا ہے:

ستارے پیدا ہوتے ہیں' ایک خاص مدت تک روشن رہتے ہیں اور پھر ختم ہو

جاتے ہیں۔ ہمارے سورج کی بھی ایک مقررہ مدت حیات ہے۔ اس سے پہلے کہ کائنات اپنے خاتمے تک پہنچے' ہوسکتا ہے سورج اپنی مدت حیات مکمل کرلے۔ جس کا' دوسرے لفظوں میں' مطلب ہے کہ زمین کو بھی ختم ہونا ہوگا۔

ایک اندازے کے مطابق سورج کی عمر 5 بلین سال ہے۔ ہر سیکنڈ میں سورج 564 ملین ٹن ہائیڈروجن کو 560 ملین ٹن ہیلیئم میں تبدیل کرتا ہے۔ باقی 4 ملین ٹن مادہ توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جب سورج اس مقام پر پہنچے گا جب وہ اپنے اندر موجود ہائیڈروجن کو مکمل طور پر جلا اور استعمال کرلے' زمین کو ختم ہونا ہوگا۔ اس مقام پر' سورج کے اندر موجود وسیع ترین ہائیڈروجن کا ذخیرہ ہیلیئم میں تبدیل ہو جائے گا اور سورج کا درجہ حرارت موجودہ درجہ حرارت 20 ملین ڈگری سے 100 ملین ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جائے گا۔ جب سورج کی تہہ زیادہ گرم ہو جائے گی تو اس کی بیرونی سطح پھیل جائے گی اور اس کا رنگ معمول کے زرد رنگ کی بجائے سرخ رنگ میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس طریقے سے' سورج ایک "سرخ دیو" بن جائے گا۔

سائنسدان اس بارے میں اس طرح پیش گوئی کرتے ہیں: سورج' جو زمین پر زندگی کیلئے اہم ترین ضرورت ہے' خلاء میں پھول اور پھیل جائے گا: ہمارے شمسی نظام کے سیاروں کو اس کی آگ لپیٹ میں لے لیگی۔ اور سورج کے نزدیک موجود دوسرے چھوٹے سیارے تباہ ہو جائیں گے۔ سورج کے بیرونی درجہ حرارت میں تبدیلی نہ ہونے کے باوجود' قریبی سیارے اس کی گرم شعاعوں سے بری طرح متاثر ہوں گے' جو سورج کے بڑھتے ہوئے حجم کی وجہ سے ہوگا۔ سب سے پہلے مرکری اور پھر وینس جل جائیں گے۔

زمین پر زندگی کے تسلسل کا انحصار کائنات میں موجود بہت سے توازنات کو محفوظ رکھنے پر ہے۔ مثال کے طور پر' اگر زمین' سورج سے تھوڑا قریب آجاتی' تو اس پر موجود ہر جاندار موت کا شکار ہو جاتا۔ چنانچہ' سورج کے پھیلنے پر اس کے بیرونی اثرات پہنچنے سے پہلے ہی زمین بری طرح متاثر ہو جائے گی۔ جس وقت تک مرکری اور وینس شعلوں کی لپیٹ میں آئیں گے' زمین کے تمام قدرتی حالات تباہ ہو چکے ہوں گے اور اس پر موجود ہر جاندار تباہ ہو چکا ہوگا۔ انتہائی مختصر وقت میں' سورج کی زبردست تپش سمندروں کو بخارات میں

تبدیل کر دے گی اور چٹانوں اور پہاڑوں کو پگھلا دے گی' جو جلد ہی گیسوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ایک لمحے میں' پوری دنیا جل اُٹھے گی اور کائنات میں بکھری ہوئی راکھ بن جائے گی۔ سائنسدان ہمارے سورج کے مساوی حجم رکھنے والے ستاروں پر تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بہت سے دور دراز کے ستارے "سرخ دیو" بنتے جا رہے ہیں۔ جو کائنات میں کئی غیر معمولی تغیرات کا باعث بن رہے ہیں۔ 18 جب سورج اپنا تمام ایندھن استعمال کر لے گا' تو وہ اپنی اندرونی تہوں کے وزن کو سنبھالنے کے قابل نہیں رہے گا اور وہ اندرونی تہہ کی طرف پھیلنا شروع کر دیں گی۔ ان کے نتیجے میں ایک چھوٹا' کثیف اور سرد ستارہ برآمد ہوگا جو کہ "سفید بونا" کہلائے گا۔ جب وہ ایک "سفید بونا" بن جائے گا' تو لاکھوں سالوں میں آہستہ آہستہ سرد ہو جائے گا...... یوں بالآخر اس قدر سرد ہو جائے گا کہ اس میں کوئی روشنی باقی نہیں رہے گی۔

نظریاتی طبیعات کے پروفیسر اور مشہور سائنس رائٹر پال ڈیویز' سورج کے کم ہوتے توانائی کے لیول کے بارے میں اپنے نظریے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"جہاں تک سورج کا تعلق ہے' یہ اسی طرح ہمیشہ جلتا نہیں رہ سکتا۔ سال بہ سال اس کے ایندھن کے ذخائر کم ہو رہے ہیں' جس کے نتیجے میں وہ سرد اور بے روشن ہو جائے گا۔ اسی طریقے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی آگ ایک خاص مدت پہلے جلنا شروع ہوئی ہوگی: کیونکہ اس کے پاس توانائی کے غیر محدود ذرائع موجود نہیں ہیں۔ 19

اس عمل کے فطری نتیجے کے طور پر' سورج سے جاری ہونیوالی تباہی سے بچنا ممکن نہیں ہوگا۔ مزید یہ کہ' تحقیق سے اور بھی ایسے عناصر سامنے آئے ہیں جو زمین کو تباہ کر سکتے ہیں۔

شہابِ ثاقب:

کائنات میں لاکھوں چھوٹے بڑے شہاب ثاقب حرکت کرتے ہیں۔ ان کے اور کسی سیارے کے درمیان تصادم کے امکانات شہاب ثاقب کے حجم کی مناسبت سے کم یا

زیادہ ہو سکتے ہیں۔

سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ ہر روز زمین پر 1,000 ٹن وزن کے شہاب ثاقب کے ذرات گرتے ہیں۔ تاہم ان میں سے زیادہ تر ذرات بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔20 اور زیادہ تر ہمارے ماحول میں داخل ہونے پر رگڑ اور مزاحمت کے باعث دھول میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں' زمین کا ماحول ہمیں ہر وقت ممکنہ تباہی سے بچاتا ہے۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ' کچھ شہاب ثاقب اتنے بڑے ہیں کہ وہ زمین پر زندگی کو تباہ کر سکتے ہیں۔ سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ماضی میں زمین سے ٹکرانے والے شہاب ثاقب میں واضح طور پر جغرافیائی اور گردشی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

ایک شہاب ثاقب جس کا قطر تقریباً 60 کلومیٹر (37 میل) تھا' 1908ء میں سائبیریا کے مقام تنگسکا کے اوپر فضا میں پھٹا اور اس نے جنگل کا تقریباً 2,000 مربع کلومیٹر (770 مربع میل) کا علاقہ تباہ کر دیا۔ اس کے پھٹنے کی قوت ہیروشیما پر پھینکے جانیوالے ایٹم بم سے 1,0000 گنا زیادہ تھی۔ خوش قسمتی سے' یہ ایک غیر آباد علاقہ پر گرا۔ اگر یہ ایفل ٹاور پر جا گرتا تو اس سے کم از کم 10 ملین لوگ مارے جاتے۔21

اس واقع سے لوگوں کو قدرتی آفات سے عظیم تباہی کے خطرے کا احساس ہوا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے: 30 جون 1908 کی صبح، سنٹرل سائبریا میں ایک بہت بڑا آگ کا گولہ 2,000 مربع کلومیٹر (770 مربع میل) پر پھیل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جنگل کے ہزاروں درختوں کو آگ لگا دی۔ اس کے نتیجے میں ماحول میں ایک ایسی لہر اٹھی جس کی قوت نے زمین کو دو دفعہ ہلا کر لکھ دیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد تک بھی' ماحول میں اس قدر روشنی تھی کہ اس جگہ سے 10,000 کلومیٹر (6,200 میل) دور لندن گلیوں میں موجود شخص رات کے وقت بغیر لائٹ کے اخبار پڑھ سکتا تھا۔22

ایک عینی شاہد کا بیان ہمیں اس تباہی کا بہتر اندازہ کرا سکتا ہیں۔

"میں ناشتہ کے وقت گھر کی ڈیوڑھی میں بیٹھا شمال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے لکڑی کے ایک ڈبے کو چیرنے کیلئے ایک کلہاڑی اٹھائی ہی تھی' جب اچانک...... آسمان دو حصوں میں پھٹ گیا۔ اور جنگل کے بہت اوپر آسمان کا شمالی حصہ بالکل آگ سے ڈھک

گیا۔اسی لمحے مجھے شدید گرمی کا احساس ہوا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میری قمیض کو آگ لگ گئی ہو ...... میں اپنی شرٹ کو اُتار کر پھینکنے والا تھا' کہ اسی لمحے آسمان پر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کسی زبردست ٹکراؤ کی آواز آئی۔اس کے نتیجے میں' میں اپنی جگہ سے اُچھل کر گھر کی ڈیوڑھی سے تقریباً 23 فٹ دور جا گرا اور ایک لمحے کیلئے بے ہوش ہو گیا۔میری بیوی دوڑتی ہوئی آئی اور مجھے گھر کے اندر لے گئی۔اس ٹکراؤ کے بعد ایسا شور بلند ہوا جیسے پتھر گر رہے ہوں یا گولیاں چل رہی ہوں۔زمین کانپنے لگی' اور جب میں زمین پر لیٹا تو میں نے اپنا سر چھپا لیا' کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں پتھر مجھے نہ آلگیں۔جب آسمان کھل گیا' تو شمال کی جانب سے تیز رفتار اور انتہائی گرم ہوا چلنے لگی۔اس نے زمین پر اپنے نشان چھوڑ دیئے 23"

ہم نہیں جانتے کہ آئندہ کونسا شہاب ثاقب کہاں سے آئے گا اور کہاں ٹکرا جائے گا۔سائنسدانوں کے مطابق' ہر 2 صدیوں بعد تنگسکا پر گرنیوالے شہاب ثاقب کے برابر حجم کا ایک شہاب ثاقب' زمین سے ٹکراتا ہے' یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو زبردست تباہی کے امکانات کو صاف ظاہر کرتی ہے۔ایسی کوئی ضمانت نہیں کہ آئندہ شہاب ثاقب کسی وسیع آبادی والے مقام پر نہیں گرے گا۔اس وقت سائنسدان اس طرح کی صورتحال کے نتائج پر غور کرنے میں مصروف ہیں کیونکہ:

اگر ایسا ہوتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ اس کی وجہ کچھ اور خیال کر لی جائے' خاص طور پر اس وقت کی بوکھلاہٹ کے نتیجے میں اسے ایٹم بم کا حملہ بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔دھماکہ خیز تاثر اور آگ کا گولہ بالکل ایک میگاٹن ایٹمی دھماکے کا منظر پیش کرینگے۔بلکہ اس میں کثیف بادل بھی ایٹمی دھماکے ہی کی طرح ہوں البتہ دو چیزیں مختلف ہوں گی: گیما شعاعیں نہیں ہوں گی اور نہ ہی ریڈیائی ذرات گریں گے۔24

اتنے بڑے شہاب ثاقب کے کسی بڑے شہر پر گرنے کا نتیجہ لاکھوں لوگوں کی ہلاکت ہو سکتی ہے اگر یہ سمندر میں گرا' تو بھی یہ بے حد خطرناک ثابت ہوگا کیونکہ اس کے حجم اور ولاسٹی کی وجہ سے سمندر میں ایسا طوفان برپا ہوگا کہ اس کا پانی کناروں سے نکل کر ساحلی علاقوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔مزید یہ کہ اس سے بھی بڑے شہاب ثاقب کے زمین سے ٹکرانے کے امکانات ہو سکتے ہیں جو ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اس طرح کے ٹکراؤ سے بچنا ناممکن ہے' یہ ٹکراؤ پورے براعظم کو تباہ کر سکتا ہے اور ماحول کو خطرناک گیسوں سے بھر دے گا۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اب بھی اس کا کوئی حل تلاش نہیں کر سکے۔

ستارہ نما اجسام اور دم دار ستارا:

سائنسدان کہتے ہیں کہ زمین اور کسی ستارہ نما کے درمیان تصادم کا خطرہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ ڈنکن سمتھ' سالفورڈ یونیورسٹی کے سپیس ٹیکنالوجی ڈیپارٹمنٹ کے استاد ہیں' اُن کا کہنا ہے کہ سائنسدان تقریباً ایک ہزار سے زائد ستارہ نما اجسام دریافت کر چکے ہیں جو مختلف سمتوں میں گردش کر رہے ہیں' ان کے مدار سورج کے گرد اسی راستے سے گذرتے ہیں جو زمین کے مدار کا راستہ ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ پہلے بھی بڑے ستارہ نما زمین سے ٹکرا چکے ہیں اور اب بھی یہ کسی بھی وقت ممکن ہے۔

ہر سال' بہت سے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے ہماری زمین سے ٹکراتے ہیں' مگر اُن میں سے زیادہ تر اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ زمین کے ماحول میں پہنچتے ہی شعاعوں سے ٹکرا کر جل جاتے ہیں' چونکہ وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتے اس لیے ہمیں اُن کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ تاہم ان میں سے کچھ ٹکڑے اتنے بڑے ہیں کہ زمین کے ماحول کی حفاظتی لہر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ماہر ارضیات والٹرا لوریز نے دم دار ستارے کے زمین کے ماحول میں داخل ہونے پر ممکنہ اثرات کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں وہ 65 ملین سال پہلے کی زمین کے بارے میں لکھتے ہوئے' دم دار ستاروں اور ستارہ نما اجسام کی بابت یوں گویا ہوتے ہیں:

"آسمان سے بہت بڑے دم دار ستاروں اور سیارہ نما اجسام کی صورت میں قیامت ہماری طرف آ رہی تھی...... ہمیں اب بھی یہ نہیں پتہ کہ وہ دم دار ستارہ تھا یا کوئی ستارہ نما جسم ہو سکتا ہے وہ ہماری زمین سے صرف 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہو' ایک سیکنڈ میں بیسیوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا ہو۔ اس کی حرکی قوت میں ایک سو ملین ہائیڈروجن بموں کے

برابر تباہی کی قوت تھی۔ اگر یہ کوئی ستارہ نما جسم تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ انتہائی بھاری پہاڑی کی صورت اندھیرا اور تباہی لیے ہوئے آیا اور اس وقت تک نظر نہ آیا جب تک کہ زمین سے ٹکرا نہ گیا۔ اور اگر یہ کوئی دم دار ستارا تھا تو یہ ایک گندے گیند کی صورت چمکتے ہوئے سر اور خوبصورت دم کے ساتھ پہلے آدھے آسمان پر دوڑا ہوگا' پھر دن کی روشنی میں بھی دکھائی دیا ہوگا اور یوں وہ بڑا زوردار دھماکہ ہوا ہوگا۔26"

سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ تقریباً 65 ملین سال پہلے ایک بہت بڑا روشن جسم (بہت ممکن ہے ایک دم دار ستارا) زمین سے ٹکرایا تھا اور اس نے زمین پر واضح اثرات مرتب کیے تھے۔ ان تجربات اور ماضی میں ہونیوالے تصادموں سے یہ پیش گوئی کرنا ممکن ہے کہ کس طرح کے واقعات مستقبل میں ہمارے سیارے پر رونما ہو سکتے ہیں اور اُن کے اثرات کیا ہوں گے۔

ٹکراؤ سے پہلے دم دار ستارے کی قوت 100 بلین میگاٹن این ٹی کے برابر ہوتی ہے' جو اسے سیکنڈوں میں چاروں طرف پھیل جانے اور 40 کلومیٹر (25 میل) گہرائی تک جانے کے قابل بنا سکتی ہے اس کے مقابلے میں ایک ہائیڈروجن بم ایک میگاٹن این ٹی کے برابر قوت رکھتا ہے۔ سرد جنگ جب عروج پر تھی تو تقریباً 10,000 ہائیڈروجن بم موجود تھے۔ دوسری طرف' ایک دم دار ستارے کی قوت اس وقت موجود تمام تر دھماکہ خیز مواد کی نسبت بھی 10 ملین گنا زیادہ ہوتی ہے۔

قرآن پاک کا فرمان ہے کہ روز حساب دل ہلا دینے والے انداز میں زمین کانپے گی' ہر شے ہموار ہو جائے گی' اور سمندر اُبل کر باہر نکل آئیں گے۔ کسی دم دار ستارے یا ستارہ نما جسم سے ٹکراؤ اسی طرح کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ سمندر میں گرنے پر انتہائی زبردست مرتعش لہریں سمندر کی تہہ میں زلزلہ برپا کر دیں گی اور اس سے بے حد تباہی انگیز نتائج برآمد ہوں گے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ ماضی میں پیدا ہونیوالی ایسی مرتعش لہریں اس قدر طاقتور تھیں کہ اُنہوں نے سمندر کی تہہ میں بے حد تباہ کن اثرات مرتب کیے۔

حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ میکسیکو کی خلیج میں گرنے والے بڑے اجسام نے ایسی زبردست مرتعش لہریں پیدا کیں جنہوں نے فلوریڈا تک اثرات مرتب کیے۔ اپنی منزل

کی طرف جاتے ہوئے یہ لہریں مزید بڑی اور خطرناک ہوتی گئیں اور ان سے ساحلی علاقے خطرے کی لپیٹ میں آ گئے۔ انہوں نے نتیجتاً جنگل کا ایک بڑا حصہ تباہ کر دیا۔ اگرچہ بہت سے لوگ ایسے زندگی گزارتے ہیں جیسے کہ اُن کی موت اور یوم حساب کبھی نہیں آنیوالے' حالانکہ اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ کسی بھی وقت ہماری زمین ایسی تباہی سے دوچار ہوئے۔ مثال کے طور پر درج بالا واقعہ پر ہی غور کیجئے' اس سے پہلے امریکہ کے ساحلوں اور میکسیکو کی کافی زمین زرخیز تھی: مگر اس واقعہ کے فوراً بعد یہ تمام زمین بالکل بے کار ہو کر رہ گئی۔ 27

چودہ صدیاں پہلے' اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرما دیا تھا کہ روز حساب آسمان پھٹ جائے گا (سورہ العلق' 14-16)۔ اور پگھلے ہوئے پیتل کی مانند ہو جائے گا (سورہ المعارج' 8)۔ یہ منظر کسی دم دار ستارے یا ستارہ نما جسم اور زمین کے درمیان تصادم جیسا ہو گا۔

پال ڈیوس اپنی کتاب ''آخری تین منٹ'' میں کہتا ہے کہ کسی دم دار ستارے کا زمین سے ٹکراؤ اس طرح شدید روشنی پیدا کرے گا کہ ہمارے ماحول کی اوپر والی تہہ حل کر پگھلی ہوئی دھات کی مانند ہو جائے گی۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس تصادم سے پیدا ہونے والی گیسیں خلاء میں پھیل کر طوفان کی صورت اختیار کر لیں گی۔ پال ڈیوس کا یہ بیان بالکل قرآن پاک کی درج ذیل آیت کی تشریح ہے:

> ''پھر جب پھٹ جائے گا آسمان تو سرخ ہو جائے گا جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا۔'' (سورۃ الرحمٰن۔ 37)

آسمان کا پگھلنا اور دھات کے ٹکڑوں یا تیل کے بگولوں کی طرح بہا گنا دراصل' گرم' اور بھاری کھولتے ہوئے مائع کی طرح ہو گا۔ اس صورت میں' آسمان سرخ گرم رنگ اختیار کرلے گا۔ جیسے کہ ڈیوس کہتا ہے کہ اس روز انتہائی گرم گیسیں بن کر چھا جائیں گی اور ان کا رنگ بھی سرخ گلاب کی طرح ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے طے شدہ وقت کے مطابق روز حساب آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ روز حساب کے واقعات ایک ایک کر کے بھی رُونما ہو

سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سب بیک وقت رُونما ہو جائیں۔ ایسی چیزیں پہلے ہوتی رہی ہیں' جیسے کہ دم دار ستارے اور ستارہ نما اجسام بڑے پیمانے پر تباہی دکھا چکے ہیں۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ ایسا دوبارہ کب ہو گا۔

سائنسدان پیش گوئی کرتے ہیں کہ 2028ء میں ایک ستارہ نما جسم زمین کے بالکل قریب آ جائے گا۔ ان کے مطابق اگر وہ بحر اوقیانوس میں گر گیا تو امریکہ اور یورپ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اگر یہ زمین پر گرا تو یہ کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہو گا۔ ہمارے ماحول کی بیرونی سطح سے اندر داخل ہونے والے ستارہ نما اجسام شدید زلزلوں اور طوفانی جھکڑوں کا باعث بنیں گے۔ اور ایسی گرد پیدا کریں گے جو زمین پر اندھیرا پھیلا دے گی۔ خلائی تحقیق کے ماہرین نے نشاندہی کی ہے کہ اس طرح کے ستارہ نما جسم کا کچھ حصہ ہی ٹکرانے سے زمین انتہائی خطرے کی لپیٹ میں آ جائے گی۔ 28

سائنسدان ایک تیز رفتار ستارہ نما جسم کا حوالہ دیتے ہیں جو 1993ء میں زمین کے بہت نزدیک سے گزرا تھا اور اب 2126ء میں دوبارہ اس کے قریب آئے گا۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے اور زمین کے درمیان تصادم کے بہت زیادہ امکانات ہیں کیونکہ توقع ہے کہ یہ ستارہ نما جسم زمین سے صرف دو ہفتوں کے فاصلے سے گزرے گا۔ جو خلائی اعداد و شمار کی روشنی میں بہت ہی قریبی فاصلہ ہے۔ اور بہت سے سائنسدان ان حقیقتاً اس قریبی فاصلے کے متعلق بے حد فکر مند اور پریشان ہیں۔ ان اجسام کے محور کا مستقل صورت میں نہ رہنا ہر وقت ایسی صورتحال کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا مطلب ہے کہ زمین اور دوسرے سیارے ہر وقت خطرے سے دوچار ہیں۔ ماہرین کے مطابق 1993ء میں زمین کے انتہائی قریب سے گزرنے والا ستارہ نما یا کوئی اور ایسا ہی جسم آخر کار زمین سے آ ٹکرائے گا۔ ان اجسام میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو دنیا کے تمام کیمیائی ہتھیاروں سے بھی زیادہ تباہی پھیلا سکتے ہیں بس ہمیں یہ نہیں پتہ کہ ایسا کب ہو گا۔

ڈیوین کہتا ہے "جب بھی ایسا ہوتا ہے' یہ لوگوں کیلئے ایک بری خبر ہو گی۔ اس کے نتیجے میں نسل انسانی کی تاریخ کی سب سے ہولناک اور نہ ختم ہونیوالی تباہی آئے گی۔" وہ کہتا ہے کہ ایسا تصادم یقیناً انسانی زندگی کے خاتمے کا باعث ہو گا 29۔ وہ اپنی کتاب "آخری

تین منٹ'' میں اس موضوع پر تفصیلاً بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ 1993ء میں جو ستارہ نما جسم زمین کے قریب سے گذرا تھا وہ 21 اگست 2126 کو زمین سے ٹکرائے گا اور وہ اس دنیا کا آخری دن ہوگا۔ وہ ان تمام واقعات کا تصوراتی حال کرتے ہوئے جو حقائق بتاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے عین مطابق لگتے ہیں:

تاریخ: 21 اگست 2126

قیامت کا دن۔

مقام: زمین۔

............دم دار ستارے کا چھوٹا ابتدائی حصہ ہی دراصل اس کی تباہ کن قوت کا ذخیرہ ہے۔ یہ 40,000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کے قریب ہو رہا ہے' یعنی ہر سیکنڈ میں 10 میل قریب آ رہا ہے...... یہ ستارہ کئی ٹریلین ٹن وزنی برف اور پہاڑوں پر مشتمل ہے جو آواز کی رفتار کی نسبت ستر گنا زیادہ رفتار سے ٹکرائے گا۔

.... براہ راست ٹکرانے پر زمین اوپر آسمان پھٹ جائے گا۔ ایک ہزار کیوبک میل تک طوفانی ہوا پھیل جائے گی۔ بھڑکتے ہوئے شعلے شہروں کے اوپر سے زمین کی طرف آئیں گے۔ اور پندرہ سیکنڈ میں زمین کو لپیٹ میں لے لیں گے۔ زمین دس ہزار زلزلوں کی قوت سے کانپنے لگے گی۔ مختلف اطراف سے اٹھی طوفانی ہوا پوری زمین کو لپیٹ میں لے لیگی اور اس سے تمام اجسام ہموار ہو جائینگے۔ یہ ہوا اپنے راستے میں آنیوالی ہر شے کو ریزہ ریزہ کر دیگی ہے۔ اور جہاں یہ واقعہ گا وہاں کی ہموار زمین کے اوپر مائع پہاڑ اُڑتے ہوئے کئی میل اوپر چلے جائیں گے۔ اور اس طرح زمین کی اندرونی تہہ سینکڑوں میل گہرائی تک کھل کر سامنے آ جائیگی ہے۔ پگھلی ہوئے گرم پہاڑوں کی دیوار باہر کی طرف بڑھے گی اور یوں گھومے گی جیسے کہ کوئی کمبل سست رفتاری سے حرکت کر رہا ہو......۔

اس آتش فشاں کے اپنے اندر کئی ٹریلین ٹن چٹانیں پگھل کر بخارات میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ زیادہ تر ادھر ادھر پھیل جاتی ہیں اور کچھ خلاء میں اُڑ جاتی ہیں۔ مزید ہوا میں شامل ہو کر آدھے براعظم میں پھیل جائیگی اور بارش کی صورت میں برس کر نیچے موجود ہر شے کو تباہ و برباد کر دینگی۔ کچھ پگھلا ہوا مواد سمندر میں جا گرے گا جس سے سمندر کے پانی

میں زبردست اُبال پیدا ہوگا اور وہ کناروں سے باہر نکل آئیگا۔ گرد آلود ریزے ہوا کے ساتھ بڑی مقدار میں ماحول کے اندر پھیل جائینگے جن کی وجہ سے پوری زمین سورج کی روشنی سے محروم ہو جائے گی۔ اب سورج کی روشنی کی جگہ فضا سے مختلف اطراف سے آنیوالے اجسام کے ہمارے ماحول میں داخل ہونے پر رگڑ اور جلنے سے پیدا ہونیوالی روشنی نے لے لیگی جو اپنی ناقابل برداشت گرمی سے نیچے زمین پر موجود ہر شے کو بھون رہی ہوگی۔ 30

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ تصوراتی بیان کسی دور کے زمانے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف ایک ستارہ نما جسم کسی بھی وقت اس صورتحال سے دوچار کر سکتا ہے، مگر ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ کب زمین سے ٹکرائے گا۔ اس بات سے قطع نظر کہ کتنے لوگ روز حساب کے آنے سے انکار کرتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ روز حساب لوگوں کو اُن کی سوچ سے بھی پہلے آ پکڑے جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد باری ہے:

> "اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو اور نہیں قیامت برپا ہونے کا معاملہ مگر جیسے آنکھ تیزی سے جھپکتی ہے یا اس سے بھی جلد بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے"۔
>
> (سورۃ النحل، 77)

بلیک ہولز:

فی زمانہ، سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ بہت سی کہکشاؤں کے عین درمیان بہت بڑے بلیک ہولز موجود ہیں۔ اُن کی بہت زیادہ کشش ثقل اُن کی اپنی شعاعوں اور ہر اُس چیز کو نگل جاتی ہے جو اُن کے قریب آتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اُن کا حجم اور کشش کی قوت مزید بڑھ جاتے ہیں۔ وہ اپنے حجم سے کئی گنا بڑے ستاروں، سیاروں، چھوٹے بلیک ہولز اور یہاں تک کہ پوری پوری کہکشاؤں کو بھی اپنے اندر کھینچ سکتے ہیں۔ ہماری زمین نہ ختم ہونیوالی خلاء میں تیزی سے سفر کرتی ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ ایک دن کسی بلیک ہول کی کشش کے دائرے میں داخل ہو جائے۔

بلیک ہولز انتہائی ٹھوس اجسام ہیں جو ہر شے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اُن کی

چیزوں کو اپنی طرف کھینچنے کی قوت اس قدر زیادہ ہے کہ اُن کے راستے میں آنیوالی کوئی شے بچ نہیں سکتی۔ یہ بالکل ایک ویکیوم کلینز کی طرح ہوتے ہیں' اور اپنی کشش کے گرداب میں آنیوالی ہر شے کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ سیارے مصنوعی سیارے' ستارہ نما اجسام یہاں تک ستاروں کو بھی نہیں بخشتے۔ ایک بار جو بھی چیز ان کی کشش کے علاقے میں داخل ہو جاتی ہے اس کا بچنا ناممکن ہوتا ہے۔

بلیک ہولز ہر شے کو کیوں نگلتے ہیں؟

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر شے اپنے اندر مخصوص کشش ثقل رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر' اگر ہم ایک پتھر کو آسمان کی طرف پھینکتے ہیں' تو وہ اس وقت تک اوپر جائے گا جب تک کہ اس کی ولاسٹی ختم نہیں ہو جاتی اور پھر وہ کشش ثقل کے باعث زمین پر آ گرے گا۔ زمین کی کشش ثقل سے نکلنے کیلئے کسی شے کو ایک خاص سمت میں مخصوص رفتار سے بڑھنا ہوتا ہے۔ اگر ایک راکٹ کو زمین کی کشش ثقل کو توڑنا ہے' تو اسے اس ولاسٹی تک پہنچنا ہوگا جو کہ کشش ثقل پر غالب آ جائے یعنی 11.2 کلومیٹر (7 میل) فی سیکنڈ۔

ایک بلیک ہول کی کشش ثقل سے بچنے کیلئے ایک جسم کو روشنی کی رفتار سے بھی تیزی سے سفر کرنا ہوگا۔ مگر چونکہ کوئی بھی شے روشنی کی رفتار سے زیادہ تیزی سے سفر نہیں کر سکتی' اس لیے کوئی بھی چیز بلیک ہولز کی کشش ثقل سے نہیں بچ سکتی' یہاں تک کہ روشنی کی شعاعیں بھی جو 300,000 کلومیٹر (190,000 میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہی ہوں' ان نہیں بچ سکتیں۔ چونکہ روشنی بھی ان سے بچ نہیں سکتی اسی لیے یہ ہمیشہ تاریک رہتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہماری زمین' خلاء میں تیز رفتاری سے سفر کرتی ہوئی' بلیک ہولز کی کشش ثقل کے دائرے میں داخل نہ ہو جائے۔ درحقیقت' امریکہ میں سائنسدانوں نے ہماری کہکشاں کے مرکز میں دو متحرک بلیک ہولز دریافت کیے ہیں۔ یہ دونوں ہمارے سورج سے بڑے لاکھوں ستاروں کو ہڑپ کر سکتے ہیں۔

امریکہ کی خلائی تحقیق کی ایسوسی ایشن نے حال ہی میں ایک سائنسی رپورٹ شائع کی ہے' جس میں وہ کہتی ہے کہ ان دو بلیک ہولز میں سے ایک ہماری کہکشاں کے بالکل مرکز میں ہے اور یہ زمین سے صرف 26,000 روشنی کے سالوں کے فاصلے پر ہے (ایک

روشنی کا سال تقریباً 9.5 ٹریلین کلومیٹر' یا تقریباً چھ ٹریلین میل کے برابر ہوتا ہے)۔ اس بلیک ہول کو "اے۔ سٹار 31" کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ ہمارے شمسی نظام جتنا بڑا ہے مگر اس کا گھنا پن لاکھوں گنا زیادہ ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق اس کا گھنا پن سورج سے 2.6 بلین گنا زیادہ ہے اور یہ 965 کلومیٹر (600 میل) فی سیکنڈ کی رفتار سے ستاروں کو ہڑپ کر لیتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک انتہائی فکر انگیز صورتحال ہے اور ہماری زمین کیلئے انتہائی خطرہ لئے ہوئے ہے۔

دوسرا بلیک ہول "اولڈ فیتھ فل" بیضوی شکل کا بہت زیادہ بڑا اور زمین سے 40,000 روشنی کے سالی دور ہے۔ یہ کسی ایسی بلا کی مانند ہے جس کی بھوک کبھی نہیں مٹتی' اور وہ اپنی گرفت میں آنیوالے ستاروں کو نگل لیتا ہے۔

یہ حقیقت کہ "اے سٹار" اپنی کشش ثقل کے محور میں آنیوالے ستاروں کو 965 کلو میٹر (600 میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے نگل لیتا ہے اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ہر نگلنے والے ستارے کے ساتھ اس کی کشش ثقل میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ' اس عمل کے اختتام پر اس کے دوسرے اجسام کو اپنی طرف کھینچنے کی بڑھتی ہوئی قوت ایک ناقابل یقین مقناطیسی قوت کی شکل اختیار کر لے گی۔

چونکہ بلیک ہولز روشنی کو بھی ہڑپ کر لیتے ہیں اس لیے انہیں انتہائی جدید دوربینوں اور دیگر جدید آلات کی مدد سے بھی دیکھا یا محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے سائنسدان اُن کی موجودگی کا پتہ تحقیق اور اعداد و شمار کی روشنی میں لگاتے ہیں۔ ان طریقوں کی مدد سے سائنسدان بے شمار بلیک ہولز کی موجودگی ثابت کر چکے ہیں۔ پھر بھی' اس بات کا قوی امکان ہے کہ ابھی بہت سے ایسے بلیک ہولز مزید موجود ہوں جنہیں اب تک دریافت نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس حوالے سے تحقیق کا موجودہ معیار ناکافی ہے۔

بہت سے سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ ہمارے سورج جیسا ایک اور سورج بھی موجود ہے' جو ایک بلیک ہول بن چکا ہے۔ اس خیال کی پس پردہ وجہ یہ ہے کہ ہمارے شمسی نظام میں سورج کے علاوہ دیگر تمام ستارے دو' تین اور پانچ کے گروپوں میں موجود ہیں۔ اس خیال کی مد میں پیش کی جانیوالی شہادت قابل غور ہے اور اس کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ اس

بات کو مدنظر رکھا جائے کہ سورج ہماری زمین سے صرف 150 ملین کلومیٹر (93 ملین میل) کے فاصلے پر ہے تو اس کے جڑواں بلیک ہول کی صورت میں ممکنہ خطرہ کی شدت سے انکار ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ کوئی وجہ نہیں کہ زمین کسی خاص لمحے میں کسی بلیک ہول کی کشش ثقل کے علاقے میں داخل نہ ہو جائے۔

بہت سے سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ کوئی بلیک ہول زمین کو نگل کر فنا کر دیگا۔ بالفرض اگر زمین اس خاتمے سے بچ بھی جائے تو بھی کسی بلیک ہول کے ہمارے شمسی نظام کے قریب سے گزرنے کا خطرہ موجود ہے۔ اور کیا ہوگا اگر کوئی بلیک ہول خاموشی سے ہمارے شمسی نظام کے قریب پہنچ گیا؟ ایسی صورت میں بہت سے سیاروں کے مدار تبدیل ہو جائیں گے، جس سے ظاہر ہے زمین کا توازن متاثر ہوگا۔ ایسی کشش ثقل سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں ستارہ نما اجسام متاثر ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بلیک ہول نگل لے گا، اور سینکڑوں یا ہزاروں زمین پر آ گریں گے۔

متصادم کہکشائیں:

ایک اندازے کے مطابق کائنات میں ہماری کہکشاں کے علاوہ 200 دوسری کہکشائیں ہیں۔ اُن میں سے ہر کہکشاں 200 بلین ستاروں پر مشتمل اپنے مخصوص محور کے گرد مدار میں گھومتی ہے۔ ہماری کہکشاں روشن ستارے "ویگا" کے قریب ہی فرضی مقام سے "شمسی کنارا" کہا جاتا ہے، کی سمت میں تیز رفتار سے گردش کر رہی ہے۔ کائنات میں ان کہکشاؤں کی حرکت کی وجہ سے تصادم اور زبردست دھماکے ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ دھماکے اور تصادم لاکھوں روشنی کے سالوں کی دوری پر ہوتے ہیں اس لیے ہمیں اُن کا پتہ نہیں چلتا۔

مثال کے طور پر، ہبل دوربین نے 63 ملین روشنی کے سالوں کی دوری پر موجود کہکشاؤں کے تصادم کی تصاویر لیں۔ اس تصادم کے نتیجہ میں نئے ستارے پیدا ہوئے اور خلاء میں ہائیڈروجن کے وسیع بادل بن کر پھیل گئے۔ اگر ایسا کوئی تصادم زمین کے قریب ہوتا تو یہ زمین کے خاتمے کی وجہ بن سکتا تھا۔

سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا ہی انجام ہمارے شمسی نظام کا بھی ہونے والا ہے۔اس حوالے سے ایک انکشاف کچھ یوں ہے:

خلائی طبیعات کے ماہرین زمین کو مستقبل قریب میں پیش آنیوالے اہم خطرے کے بارے میں اپنی تشویش کا ظہار کرتے ہیں۔ان خطرات میں سے پہلا "سپر نووا دھماکہ" (ایک سپر نووا: ایک ایسا ستارہ جو دھماکہ سے پھٹتا ہے اور اس عمل کے دوران انتہائی روشن ہو جاتا ہے)۔اس دھماکے کا وقت اور مقام نامعلوم ہے' مگر اس کے بارے میں جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں وہ مستقبل قریب کو ظاہر کرتی ہیں اور زمین پر موجود زندگی کیلئے حوصلہ افزا نہیں ہیں۔سائنسدانوں کے مطابق "سرخ سپر دیو...... بٹلجنس ستارہ" جو کہ 430 روشنی کے سالوں کی دوری پر ہے' دھماکے سے پھٹنے کیلئے تیار لگتا ہے۔سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ "ہائپر نووا ستارے" بلیک ہولز کے پگھلنے کیلئے یا بلیک ہولز کے نیوٹران ستاروں سے ملنے پر وجود میں آتے ہیں۔مگر کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ یہ ٹائم بم نما ستارے خلاء میں کیسے پھیلتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی اگر زمین کے قریب آ جاتا ہے تو اس کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں 32۔

قرآن پاک کہتا ہے کہ اس روز' یعنی روز حساب زمین تباہ کن طریقے سے کانپنے لگے گی اور لوگ شدید خوف کا شکار ہوں گے۔اور سورج' چاند اور ستارے اپنی روشنی کھو دیں گے۔اور ہر چیز تیزی سے تباہ ہو جائے گی۔ کہکشاؤں کا تصادم اسی طرح کے واقعات کا سبب بن سکتا ہے' جو نہ صرف ہماری زمین بلکہ ہمارے پورے شمسی نظام کو متاثر کرے گا۔

سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ روز حساب' جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے' ضرور آ کر رہے گا' اور تمام جان دار اور بے جان اشیاء زمین سمیت فنا ہو جائیں گی' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک نیا آسمان اور نئی دنیا تخلیق کر لے گا۔یہ سب باتیں اسی نقطہ سے جڑی ہیں کہ ہماری زمین بھی قدرتی وجوہات کی وجہ سے ختم ہو سکتی ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے کیلئے کسی وجہ کی ضرورت نہیں اور اگر اللہ چاہے تو وہ کسی بھی وقت قیامت برپا کر سکتا ہے بغیر کسی تصادم یا دھماکے کے۔

ہم نے یہاں جن امکانات کا تجزیہ کیا ہے وہ زندگی کے خاتمے کے چند ممکنہ طریقے ہو سکتے ہیں سائنسی تحقیق اس بات کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ ایسا ہونا حقیقی امکانات

میں سے ہے۔

کائنات کا مستقل پھیلاؤ بھی زمین کے خاتمے کا ایک اور ممکنہ امکان ہے۔ لوگ ایسے امکانات سے قطعاً غافل ہیں' کیونکہ وہ ان باتوں کو دور دراز کی باتیں خیال کرتے ہیں یا پھر یہ خیال کرتے ہیں کہ آئندہ آنیوالی نسلیں ان مسائل کا سامنا کریں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بہت زیادہ خطرات موجود ہیں' اور صرف اللہ جانتا ہے کہ کونسا خطرہ روز حساب کا باعث بنے گا' اس بات سے قطع نظر کہ لوگوں کے نزدیک ان خطرات کے امکانات کتنے ہیں' تحقیق اور تباہ کن واقعات میں اضافہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ ''دن'' قریب آ رہا ہے۔ اور صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ ایسا کب ہوگا:

''اور وہ ہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور جس روز وہ کہے گا کہ تو ہو جا تو بس وہ ہو جائے گا''۔

(سورۃ الانعام' 73)

اللہ سب سے بڑا طاقتور ہے:

کئی سالوں تک لوگ اس بات پر حیران ہوتے رہے ہیں کہ کائنات کیسے ختم ہو جائے گی۔ اس حوالے سے کئی امکانات ذہن میں آتے ہیں' مگر اللہ تعالیٰ ایسا بغیر کسی وجہ کے اور کسی بھی وقت ممکن کر سکتا ہے۔ سائنسی تحقیق سے سامنے آنیوالے امکانات دراصل ہمیں خبردار کرتے ہیں اور ہمیں موقع دیتے ہیں کہ ہم ان پر غور کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اس سے پہلے کہ اللہ کی مرضی سے وہ مشکل دن آ پہنچے۔ ایمان رکھنے والوں کو تو یقین ہے کہ روز حساب اللہ تبارک تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت پر آ کر رہے گا۔ تمام لوگوں کو اس حقیقت کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ وہ اُس کی گرفت میں ہوں گے جو تمام قوتوں کا مالک اور سب سے طاقتور ہے:

''یا ہم آپ کو دکھا دیں گے وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ پس ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں''۔

(سورۃ الزخرف' 42)

کئی اسباب زمین کے موجودہ نظام کو تباہ کرنے سے ہر طرح کی زندگی کے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ' جیسے جیسے وقت گزرتا ہے' پہلے سے موجود تباہ کن امکانات میں مزید نئے امکانات شامل ہوتے جاتے ہیں۔ بہت سی نشانیاں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ہماری زمین اپنے پہلے سے طے شدہ خاتمے کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ پھر بھی بہت سے لوگ روز حساب کی سچائی سے انکار کرتے ہیں۔ قرآن پاک اس حقیقت کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ کرتا ہے۔

> ''بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنیوالی ہے۔ میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کیلئے وہ کوشاں ہے۔
>
> (سورۃ طحٰہ' 15)

سائنسدان سائنسی مواد کی بنیاد پر اس متفقہ نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ' کائنات تباہ ہو جائے گی۔ اخبارات' میگزین' ٹیلی ویژن پروگرام اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اکثر لوگوں کو تازہ سائنسی دریافتوں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ محققین جو ان حقائق سے باخبر ہیں' ایسے راستے تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ان تباہ کن امکانات کو تبدیل کر سکیں تا کہ کائنات کی موت کو ٹالا جا سکے۔ اس بات پر بھی تحقیق ہو رہی ہے کہ تباہ کن تصادم کے نتیجے میں زمین پر ہونیوالی تبدیلیاں کیا ہوں گی اور ان کے زمین پر موجود جانداروں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ ان تحقیقات کی روشنی میں سامنے آنیوالے نتائج حیرت انگیز طور پر ان حقائق سے ملتے جلتے ہیں جو قرآن ہمیں بتاتا ہے۔

کائنات ختم ہونے کے بعد

روز حساب ہر شخص پر حقیقت واضح طور پر آشکار ہو جائے گی۔ ایمان نہ لانے والے آخرت کی اس حقیقت سے دو چار ہوں گے جس پر انہوں نے کبھی یقین نہیں کیا تھا' بلکہ غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی اور اس کا انکار کرتے آئے تھے۔ انہیں اپنی غلطیاں صاف دکھائی دیں گی اور وہ فرار کی راہ تلاش کریں گے' تاہم انہیں فرار کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ وہ دردناک انجام سے دو چار ہوں گے اور پچھتاوے سے بھرے ہوں گے۔ قرآن پاک میں اُن کی دماغی حالت کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

روز حساب کا سامنا کرتے ہوئے' خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں' انہیں صور پھونکے جانے کے بعد خاص واقعات کا مشاہدہ کرنا ہوگا: زمین اور آسمانوں کی تباہی' اور کائنات کا تمام تر عناصر سمیت تحلیل ہونا۔ جب یہ عمل مکمل ہو جائے گا' اللہ تعالیٰ پھر سے آسمان دنیا اور نسل انسانی کو تخلیق کرے گا۔ اللہ پاک جس نے پہلے آسمانوں' زمین اور دنیا ئیں بنائیں' یقیناً اس کے پاس یہ طاقت موجود ہے کہ وہ انہیں دوبارہ پیدا کر دے:

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس نے پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین کو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پیدا فرما دے ان کی مثل اور اس نے تقرر فرما دی ہے ان کیلئے ایک میعاد جس میں ذرا شک نہیں۔ پس انکار کر دیا ظالموں نے (اللہ کی قدرت کا) سوائے اس کے وہ ناشکری کریں"۔ (سورۃ بنی اسرائیل، 99)

"کیا انہوں نے نہ جانا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

کیا اور ذرا تھکن محسوس نہیں کی ان کے بنانے میں اور ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے بلکہ وہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔

(سورۃ الاحقاف' 33)

روز حساب کے واقعات کے نتیجے میں نئے آسمان اور نئی دنیا تخلیق ہو گی' کیونکہ یہی خالق کی مرضی ہے۔ لوگ اس کے سامنے حاضر کئے جائیں گے تا کہ اپنے ان اعمال کا بدلہ پا سکیں جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے:

''یاد کرو اس دن کو جبکہ بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری (قسم کی) زمین سے اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ حاضر ہو جائیں گے اللہ کے حضور میں (وہ اللہ) جو ایک ہے۔

(سورہ ابراہیم' 48)

قرآن میں اس مشکل دن کو ''روز جزا'' ''یوم حساب'' یا ''روز آخرت'' کا نام دیا گیا ہے۔ نو تخلیق شدہ زمین اور آسمان ہمیشہ کیلئے ہوں گے اور تمام انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ ایمان لانے والوں اور نہ لانے والوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور انہیں ان کی دائمی زندگیوں کے مقامات پر بھیج دیا جائے گا۔ منکرین سمیت' کوئی بھی اس دن سے اجنبی نہیں ہو گا۔

ایمان لانے والے' جنہوں نے اپنی زندگیوں میں آخرت کیلئے تیاری کی تھی' اس دن کے حقائق کو بالکل ویسا ہی پائیں گے جیسا کہ قرآن پاک نے انہیں بتایا ہے اور انہیں وہ اجر ملے گا جس کا اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ دوسری طرف' منکرین نا قابل بیان خوف کا شکار ہوں گے' پچھتاوا اور گھبراہٹ اُنہیں گھیرے ہوئے ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے نظام کی مخالفت میں بسر کی ہوں گی۔ مگر اس لمحے اُنہیں کربناک طور پر اپنی غلطیوں کا احساس ہو گا۔ وہ بے یقینی اور گھبراہٹ میں اس سچائی کا سامنا کر رہے ہوں گے کہ کاش انہوں نے اس دن کی سچائی پر ایک بار غور کیا ہوتا۔ وہ ایسے ابدی پچھتاوے میں مبتلا ہوں گے جس سے وہ بچ سکیں گے اور نہ اس کا رُخ موڑ سکیں گے' انہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی

حالت میں مبتلا رہنا ہوگا۔

"کیونکر تم انکار کرتے ہو اللہ کا حالانکہ تم مردہ تھے اُس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا اُسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے"۔ (سورۃ البقرہ 28)

دوسری بار صور کا پھونکنا اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا دن:

"اور کہیں گے وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان دیا یا (انہیں) کہ تم ٹھہرے رہو نوشتہ الٰہی کے مطابق روز حشر تک۔ پس یہ (آگیا) ہے یوم حشر لیکن تم نہیں جانتے تھے پس اس دن نہ نفع دے گی ظالموں کو ان کی عذر خواہی اور نہ ہی انہیں اجازت ہوگی کہ توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لیں۔ (سورۃ الروم 57-56)۔

اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام کو خبردار کرنے' انہیں وجود باری تعالیٰ اور روز آخرت کی حقیقت سے آگاہ کرنے اور ایمان لانے کیلئے پیغمبر بھیجے۔ مگر جیسا کہ قرآن بتاتا ہے' صرف چند لوگوں کے سوا' زیادہ تر لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا، اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وعدے کو جھٹلایا' جیسا کہ درج ذیل آیات قرآنی بتاتی ہیں۔

"اور بڑی شدومد سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ (دوبارہ) زندہ نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جو (ایک بار) مرجاتا ہے۔ ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ اس کا وعدہ ہے کہ اس پر لازم ہے اس کو پورا کرنا لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے (وہ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا) تاکہ واضح کردے ان پر وہ بات جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تاکہ خوب جان لیں کافر کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔"

(سورۃ النحل' 39-38)

"اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تو تب نقصان اٹھانے

والے ہو جاؤ گے۔ کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تمہیں (پھر قبروں سے) نکالا جائے گا یہ بات عقل سے بعید ہے بالکل بعید' جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ نہیں ہے کوئی اور زندگی سوائے ہماری اس دنیوی زندگی کے یہی ہمارا مرنا ہے اور یہی ہمارا جینا اور ہمیں دوبارہ نہیں اُٹھایا جائے گا۔"
(سورۃ المومنون' 37-34)

اُن کے انکار کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیاوی زندگی کو ہی آخری زندگی تصور کرتے تھے۔ اُن کا یہ غلط تصور اُنہیں اس سوچ کی طرف لے گیا کہ موت کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا' جس کی وجہ سے انہوں نے دوبارہ زندہ کیے جانے کے وعدے' قرآن میں بیان کیے گئے اس دن کے حقائق اور روز حساب' یہاں تک کہ اس بات سے بھی انکار کیا کہ دنیا اور اس پر موجود ہر ذی روح ختم ہو جائے گا۔ قرآن اس بارے میں کئی مثالیں دیتا ہے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

"اور بیان کرے گا ہمارے لیے (عجیب و غریب) مثالیں اور اس نے فراموش کر دیا ہے اپنی پیدائش کو (گستاخ) کہتا ہے۔ اجی کون زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں آپ فرمایئے (اے گستاخ سن) زندہ فرمائے گا انہیں وہی جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ جس نے (اپنی حکمت سے) رکھ دی تمہارے لیے سبز درختوں میں آگ پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے ہو۔ کیا وہ (قادر مطلق) جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی (چھوٹی سی) مخلوق بے شک (وہ ایسا کر سکتا ہے) اور وہی پیدا فرمانے والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو صرف اتنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اس کو ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے پس وہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت

ہے۔ اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

(سورہ یٰس' 83-78)

نسل انسانی کی تخلیق ہی درحقیقت اس کے دوبارہ زندہ کیے جانے کی سچائی کا اہم ثبوت ہے۔ ہر شخص کو ایک جینیاتی خلیہ اور بیضہ سے ایک مکمل صورت میں بنایا گیا۔ کسی خلیہ کا انسانی مداخلت کے بغیر' سوچنے' دیکھنے اور سمجھنے کی قوت رکھنے والے انسان کا روپ اختیار کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُسے تخلیق کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے لہٰذا وہ با آسانی کسی بھی شخص کی ''گلی سڑی'' ہڈیوں کو دوبارہ انسانی شکل میں تخلیق کر سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اس تخلیق سے انکار کرتے ہیں دراصل وہ اپنی ہی حقیقت اور وجود کو نظر انداز کرتے ہیں اور شیطانی بے حیائی سے دوبارہ زندہ کئے جانے کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی گستاخانہ عمل ہے' کیونکہ یہ لوگ اللہ کو جھٹلا رہے ہیں اور انہیں آخرت میں سچائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ روز آخرت جس کے آنے کے بارے میں لوگوں کو صور کی پہلی آواز کے ذریعے آگاہ کیا جائے گا' دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا جو لوگوں کو یہ بتائے گا کہ انہیں دوباہ زندہ کیا گیا ہے۔ اپنی قبروں سے نکلتے ہوئے وہ اپنی ہمیشہ جاری رہنے والی زندگیوں کے انتظار میں کھڑے ہوں گے' جیسا کہ درج ذیل آیت واضح کرتی ہے۔

> ''اور پھونکا جائے گا صور' پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بجز اُن کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے)۔''

(سورۃ الزمر' 68)

روز آخرت کی تفصیلات:

اللہ تعالیٰ اسی آسانی سے قیامت برپا کردے گا جس آسانی سے اُس نے زمین، آسمان اور نسل انسانی کو پیدا کیا تھا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ''جس میں کوئی شک نہیں'' اور ''یقینی'' جیسے الفاظ کے ساتھ منسلک کر کے آشکار کیا ہے۔ یہ الفاظ جو ایک نہ تبدیل

ہونے والی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں' دراصل ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور زمین پر اچھے اعمال میں اضافہ کا سبب ہیں اور منکرین کے روز آخرت سے انکار کا واضح جواب بھی۔

ماضی میں ہوتا آیا ہے کہ زیادہ تر لوگ یا تو کسی مذہب کے احکامات کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا پھر ایک سچے مذہب کو چھوڑ کر جھوٹے مذہب کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں جو ان کے اباؤ اجداد اور روایات سے جڑا ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ سوچنے سمجھنے کی قوت رکھتے ہیں وہ روز آخرت کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ سائنسی مواد بھی ظاہر کرتا ہے کہ زمین کا خاتمہ ایک حقیقت ہے۔ کچھ لوگ پھر بھی اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کو اس طرح جانتے اور تسلیم نہیں کرتے جیسے کہ اسے تسلیم کرنے کا حق ہے' لہٰذا یہ لوگ قرآن کی سچی ہدایات سے روگردانی کرتے ہیں اور اس بات پر دھیان نہیں دیتے کہ روز آخرت انہیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ ایمان لانے والے جو کہ اللہ کی خوشنودی کیلئے نیک اعمال کرتے ہیں' وہ اپنے خاتمے سے باخبر ہیں' جبکہ وہ لوگ جو اپنے نفس کے غلام ہیں اس عظیم سچائی سے انکار کرتے ہیں۔ اللہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

"فرمایئے اللہ نے زندہ فرمایا ہے تمہیں پھر وہ ہی مارے گا تمہیں پھر جمع کرے گا تمہیں روز قیامت جس میں ذرا شک نہیں اکثر لوگ (اس حقیقت) کو نہیں جانتے۔ (سورۃ الجاثیہ' 26)

وہ لوگ جنہوں نے اس سچائی سے انکار کیا' حالانکہ انہیں بار بار اسلام کی دعوت دی گئی تھی' انہیں روز حساب انتہائی کربناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ انہیں اس وقت اپنے اعمال کی بے وقعتی کا احساس ہوگا جب انہیں اس حقیقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے وہ انکار کرتے تھے:

"تو (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے۔ پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ۔ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے۔

(سورہ ق' 22)

ایک اہم وجہ جس کے باعث وہ اس عظیم دن کی حقیقت کو نہیں سمجھتے یہ ہے کہ وہ

اپنے نفس اور برے خیالات کی پیروی کرتے ہیں' اس لیے وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات اور نفع کے بارے میں سوچتے اور سچائی سے منہ موڑ لیتے ہیں' یوں اُن کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا کے متلاشی وہ دراصل اپنی نفسانی خواہشات کے غلام ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ نتیجتاً اُن کے سوچنے سمجھنے پھر جمع کرے گا تمہیں روز قیامت جس میں ذرا شک نہیں اکثر لوگ (اس حقیقت) کو نہیں جانتے۔ (سورۃ الجاثیہ 26)

وہ لوگ جنہوں نے اس سچائی سے انکار کیا' حالانکہ انہیں بار بار اسلام کی دعوت دی گئی تھی' انہیں روز حساب انتہائی کربناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ انہیں اس وقت اپنے اعمال کی بے وقعتی کا احساس ہوگا جب انہیں اس حقیقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے وہ انکار کرتے تھے:

"تو (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے۔ پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ۔ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے۔

(سورۃ ق 22)

ایک اہم وجہ جس کے باعث وہ اس عظیم دن کی حقیقت کو نہیں سمجھتے یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور برے خیالات کی پیروی کرتے ہیں' اس لیے وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات اور نفع کے بارے میں سوچتے اور سچائی سے منہ موڑ لیتے ہیں' یوں اُن کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا کے متلاشی ہیں وہ دراصل اپنی نفسانی خواہشات کے غلام ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ نتیجتاً اُن کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ اُن کے دل مردہ ہو چکے ہیں' جس کی وجہ سے وہ سچ کو دیکھنے اور پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن' وہ اللہ اور اس کی سچائی کو دیکھ لیں گے اور اس کے وعدے کی سچائی بھی اُن پر واضح ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص روز حساب اور اس کے واقعات کا یقین رکھتا ہو یا ایک سیکنڈ کیلئے ہی اسے سچ تسلیم کرلے، تو وہ نا قابل بیان خوف محسوس کرے گا۔ آخرت کی زندگی سے قطعی انکار یا اس کے بارے میں کبھی نہ سوچنا دراصل کچھ لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ وہ موت کے بعد ہمیشہ کیلئے فنا ہو جائیں گے۔ چونکہ وہ فنا ہو جانے کے خوف پر غور نہیں کرتے، اس لیے انہیں یہ راستہ روز حساب اور آخرت پر یقین لانے سے آسان لگتا ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کو ایسی باتوں پر غور کرنے سے روکنے کی کوشش میں رہتا ہے اور انہیں اپنی دنیاوی زندگیاں دنیاوی برتری اور دولت میں اضافے کے حصول میں ضائع کرتے گزارنے پر مائل رکھتا ہے۔ یہ وہ اہم وجوہات ہیں جن کی وجہ سے لوگ آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دن کی حقیقت انہیں ندامت اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے خوف میں مبتلا کر دے گی، کیونکہ وہ اس دن کی سختیوں سے بچ نہیں سکیں گے:

"ڈرتے ڈرتے بھاگے جارہے ہوں گے بلانے والے کی طرف کافر کہتے ہوں گے یہ بڑا سخت دن ہے۔" (سورۃ القمر 8)

مُردوں کا اٹھایا جانا:

"اور پھونکا جائے گا صور، پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے، بجز اُن کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے۔"

(سورۃ الزمر، 68)

جیسا کہ یہ آیت بتاتی ہے، جب صور دوسری بار پھونکا جائے گا، قبروں میں سے مردے باہر نکل آئیں گے۔ چونکہ کوئی شخص یا قوت خالق کائنات کے حکم کو روک یا ٹال نہیں سکتی، لہٰذا زمین پر موجود تمام لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، حالانکہ وہ اس بات سے انکار کرتے آئے تھے کہ ایسا کچھ ہوگا۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

"اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قائم آسمان اور زمین اس کے حکم سے، پھر جب بلایا جائے گا تمہیں زمین سے تو تم فوراً باہر نکل آؤ گے۔"
(سورۃ الروم، 25)

"ستیاناس ہو اٹکل پچو باتیں بنانے والوں کا جو غفلت (کے نشہ) میں بے سدھ پڑے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں روزِ جزا کب آئے گا یہ اس دن ہوگا جب وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے وہ جس کیلئے تم جلدی مچا رہے تھے۔"

(سورۃ الذّٰرِیٰت، 14-15)

لوگ ایسے زندہ رہتے ہیں جیسے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی ہے یہ اُن کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے، کیونکہ اس طرح وہ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تخلیق کردہ زمین کا زبردست نظام' خودکار اور دائمی ہے۔ لیکن جب وہ مر جائیں گے تو وہ دیکھ لیں گے کہ موت ہی ہر چیز کا اختتام نہیں ہے، بلکہ یہ تو دائمی زندگی کا آغاز ہے۔ چونکہ وہ تو اس بات پر یقین کئے ہوئے تھے کہ وہ موت کے بعد ہمیشہ کیلئے فنا ہو جائیں گے، دوسری بار صور پھونکے جانے پر وہ شدید خوف کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ اب تک اُن کا اعمال نامہ اُن کے سامنے آیا ہوگا اور نہ ہی اُنہوں نے اس عذاب کا مزا چکھا ہوگا جو اُن کے کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ فوری طور پر، وہ کہیں گے "ہم پر رحم کرو!" اور اپنی قبروں سے نکل آئیں گے۔ حقیقت میں، وہ جانتے تھے کہ یہ دن آ کر رہے گا۔ قرآن پاک اس روز اُن کے خوف کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"(اس وقت) کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے، کس نے ہمیں اُٹھا کھڑا کیا ہے ہماری خواب گاہ سے (آواز آئے گی) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور سچ کہا تھا (اس کے) رسولوں نے۔
(سورۃ یٰسٓ، 52)

مگر افسوس اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوگی، اُن کی دنیاوی زندگی اُن کیلئے حقیقی خوشی مہیا کر سکی اور نہ ہی حقیقی آرام، اور اس وقت تک انہوں نے جو اعمال کئے ہوں

گے وہ اُن کیلئے صرف اس سخت ترین دن کے عذاب کا باعث بنیں گے۔

وہ پکارنے والے کی طرف لپکیں گے:

"اس روز سب لوگ پیروی کریں گے پکارنے والے کی، کوئی رُو گردانی نہیں کر سکے گا اس سے اور خاموش ہو جائیں گی سب آوازیں رحمٰن کے خوف سے، پس تو نہ سنے گا (اس روز) مگر مدہم سی آہٹ۔"

(سورہ طٰہٰ، 108)

جب لوگ اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور ایک ایسی پکار کی طرف دوڑنے لگیں گے جو انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی ہوگی۔ وہ اس وقت تک دوڑتے رہیں گے کہ اس مقام پر نہ پہنچ جائیں جہاں سے انہیں پکارا جا رہا ہوگا۔ ایمان لانے والے بے حد مطمئن اور سکون کی حالت میں وہاں پہنچیں گے، جبکہ منکرین اس طرح آئیں گے جیسے انہیں پتہ چل گیا ہو کہ ان کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ وہ بار بار یہی کہہ رہے ہوں گے۔ یہ سب کو جمع کئے جانے کا وقت ہوگا اور کوئی چیز اس عمل کو روک نہیں سکے گی۔ ہر شخص کو جو دنیا میں آیا ہوگا حاضر کیا جائے گا اور منکرین کو حیرانگی کے عالم میں اللہ کے سامنے حاضر ہونے اور انہیں سزا پانے کیلئے لے جایا جائے گا۔ بچاؤ اور زمین پر واپسی ناممکن ہوگی اور اب ہر طرح کی ندامت بیکار ثابت ہوگی۔ خوف اور گھبراہٹ ان کے پورے وجود کو لپیٹ میں لے لیگی:

"اس روز نکلیں گے (اپنی) قبروں سے جلدی جلدی گویا وہ (اپنے بتوں کے) استھانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ جھکی ہوں گی ان کی آنکھیں، چھا رہی ہوگی ان پر ذلت۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

(سورۃ المعارج، 44-43)

ایمان نہ لانے والے، جنہوں نے اللہ کی بتائی حدود کا خیال نہیں رکھا تھا، اور زمین پر اس کے حکم کی نافرمانی اور رُوگردانی کرتے رہے تھے، اب بے حد فرمانبردار اور حکم بجا لانے والے بن جائیں گے۔ وہ اس پکار پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دوڑے آئیں گے

کیونکہ اب وہ اپنی مرضی سے کچھ کرنے کے قابل ہی نہ ہوں گے۔ وہ اللہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیں گے اور اس کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیں گے خواہ ان کا دل چاہے یا نہ چاہے، کیونکہ نفس کی ماتحت زندگی جو وہ گذارتے آئے تھے اب ختم ہو چکی ہوگی۔ وہ اللہ کے سامنے اپنی لاچارگی اس کی سزا کی سختی اور سچ کو اچھی طرح جان چکے ہوں گے:

”پس آپ رُخ انور پھیر لیں اُن سے۔ ایک روز بلائے گا (انہیں) بلانے والا ایک ناگوار چیز کی طرف۔ (سورۃ القمر، 6)

تمام لوگ بالآخر جان لیں گے کہ اُن کے پاس اللہ کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم کر دیں گے۔ وہ چاہ کر بھی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکیں گے۔

یہ دن، جس کا وعدہ کیا گیا ہے، ایمان نہ لانیوالوں کیلئے ہر لحہ بڑھتا ہوا عذاب لائے گا۔ اس دن اپنے خالق کے سامنے حاضر ہونے کا خوف اور قبروں سے اٹھائے جانے کا لرزا دینے والا تجربہ ناقابل مثال ہے۔ لوگ اپنے سے پہلے گذرے لوگوں کو بھی اپنی ہی طرح حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے پائیں گے اور جان لیں گے کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

وہ پراگندہ ٹڈیوں کے جھنڈ کی طرح ہوں گے:

”ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بری صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ صفات کا مالک ہے۔ اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔“ (سورۃ النحل، 60)

جیسا کہ یہ آیت کہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہر مثال اس دن کی صورتحال کو انتہائی جامع انداز میں بہترین طریقے سے واضح کرتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کہتا ہے کہ اس کی ہر آیت ”کامل حکمت“ ہے (سورۃ القمر، 5)۔ اس حقیقت کی وجہ سے قرآن میں بیان کی گئی ہر وضاحت سے ہم روزِ حساب اور اس دن لوگوں کی حالت کا تصور کر سکتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اس کی طرف سے دی گئی تمام مثالیں اور

منظر کشی سچ ثابت ہو گی۔ مثال کے طور پر، قرآن قبروں سے نکلتے لوگوں کو پراگندہ ٹڈیوں سے تشبیہہ دیتا ہے:

"(خوف سے) اُن کی آنکھیں جھکی ہوں گی۔ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ پراگندہ ٹڈیاں ہوں۔" (سورۃ القمر، 7)

یہ مثال ہمیں اس وقت کو بہترین انداز میں سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ ٹڈی دل بے حد خاص مثال ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے ٹڈی دل بڑے بڑے جھنڈ کی صورت میں سفر کرتے ہیں اور بڑے پیمانے پر تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ جھنڈ زمین سے 1,500 سے 18,00 میٹر (4,900......5900 فٹ) تک بلندی پر پرواز کر سکتے ہیں اور یہ ایک بادل کی شکل میں نیچے آتے ہیں۔ ٹڈیوں کا جھنڈ 75×15 میل (120×25 کلومیٹر) رقبہ پر پھیلا ہو سکتا ہے اور اس میں تقریباً 150 بلین ٹڈیاں شامل ہوتی ہیں 33۔ یہ ٹڈی دل بہت تیزی سے طویل فاصلہ طے کرتے ہیں اور لمبے عرصے تک محض ہوا خوری پر گذارہ کر سکتے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں ہونے کی وجہ سے یہ ٹڈی دل آسمان بن کر طویل رقبے پر چھا جاتے ہیں اور جہاں بھی جاتے ہیں سبزہ ہڑپ کر جاتے ہیں۔

جیسا کہ قرآنی آیت کہتی ہے، کروڑوں لوگ صور کی آواز سن کر اچانک زمین پر نمودار ہو جائیں گے، اور ٹڈی دل کی طرح بلانے والے کی طرف اکھٹے بڑھیں گے۔ قرآن پاک اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قائم ہے آسمان اور زمین اس کے حکم سے۔ پھر جب بلائے گا تمہیں زمین سے تو تم فوراً باہر نکل آؤ گے۔" (سورۃ الروم، 25)

یہ انتہائی حیران کن منظر ہوگا کہ وہ تمام لوگ جو کبھی بھی زمین پر زندہ تھے اپنی قبروں سے نکل آئیں گے، فوراً جمع ہوں گے اور اپنے انجام کا انتظار کریں گے۔

سر اٹھائے وہ ایک ہی مقام کی طرف دوڑیں گے:

اُس روز ایمان نہ لانے والوں کے سر ہوا میں اُوپر کی طرف اُٹھے ہوں گے، اُن کی آنکھیں ایک نقطہ پر مرکوز ہوں گی، اور وہ یوں بھاگیں گے جیسے کہ تنویم کے عمل کا شکار ہوں۔ وہ اللہ کے مقرر کردہ راستے کی طرف چل رہے ہوں گے اور پکار کی سمت کی طرف رُخ کیے ہوں گے۔ اللہ کے حکم کے مطابق، ایمان لانے والوں کے سوا (جو محفوظ ہوں گے) ہر کسی کو شدید خوف لپیٹ میں لے لیگا:

"اور وہ سب پیش ہوں گے اُس کے سامنے قیامت کے دن تنہا۔
بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے۔ پیدا فرما دیگا
خدائے مہربان ان کے لیے (دلوں میں) محبت۔"

(سورہ مریم، 95-96)

منکرین خوف اور پریشانی کے عالم میں دوڑیں گے، وہ خود کو یا دوسروں کو دیکھنے کی سکت بھی نہیں رکھتے ہوں گے۔ انہیں اس بات کا ہوش ہی نہیں ہوگا۔ روزِ حساب دولت، اولاد یا دنیاوی خواہشات اپنی اہمیت کھودیں گی۔ ہر کوئی مکمل اطاعت کی حالت میں ہوگا، اور اہم چیز صرف ایمان ہوگی۔ اللہ پاک ایمان نہ لانے والوں کی حالت کو اس انداز میں بیان فرماتا ہے:

"اور تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان کرتوتوں سے جو یہ
ظالم کررہے ہیں وہ تو انہیں صرف ڈھیل دے رہا ہے اس دن کے
لیے جب کہ (مارے خوف کے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں۔
بھاگم بھاگ جا رہے ہونگے اور اپنے سر اٹھائے ہوئے، ان کی پلکیں
نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جا رہے
ہوں گے۔"

(سورہ ابراہیم، 42)

"پس ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ کی طرف ٹکٹکی باندھے
بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ ایک گروہ دائیں طرف سے اور دوسرا گروہ

بائیں طرف سے۔ کیا طمع کرتا ہے ان میں سے ہر ایک شخص کہ (ایمان وعمل کے بغیر) نعمتوں بھری جنت میں اسے داخل کیا جائے۔"

(سورۃ المعارج، 38-36)

منکرین خود کو بچانے کی کوشش کرنے یا اس بارے میں سوچنے کے بھی قابل نہیں ہوں گے۔ اُن کے دل خالی ہوں گے، اور وہ اس انجام سے باخبر ہوں گے جو اُن کا منتظر ہو گا۔ لوگوں کا حساب کیلئے قبروں سے نکلنا اور پھر دوڑنا اپنے خالق کے سامنے جمع ہونے کے بعد ختم ہو جائے گا:

"اور وہ پیش کیے جائیں گے آپ کے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے ہوئے (پھر ہم انہیں کہیں گے کہ) آج تم آ گئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی بار ہاں تم تو یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ ہم نہیں مقرر کرینگے تمہارے لیے وعدہ کا وقت۔"

(سورۃ الکہف، 48)

لوگوں کی اکثریت اس بات پر یقین نہیں رکھتی کہ انہیں اپنے خالق کے سامنے حاضر ہونا ہوگا۔ مگر اُس عظیم روز، یہ حقیقت اُن پر آشکار ہو جائے گی اور انہیں گھیر لے گی اور وہ بچ نہیں سکیں گے۔

حساب کیلئے جمع ہونا:

اللہ پاک نے اس سچے وقت کو اپنی طاقت اور عظمت کے مطابق ترتیب دیا ہے، جس سے منکرین ساری زندگی انکار کرتے اور بچتے آئے تھے، جبکہ ایمان والوں نے اس کیلئے خود کو تیار کیا تھا۔ جبرائیل * اور دیگر تمام فرشتے حساب کے انتظار میں قطاروں میں کھڑے ہوں گے، تمام لوگوں کو انصاف کے مطابق جزا ملے گی، اور وہ لوگ جو اس وقت بولیں گے صرف سچ بول سکیں گے:

"جس روز روح اور فرشتے پرے باندھ کر کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن اذن دے اور وہ ٹھیک بات

کرے۔" (سورۃ النباء، 38)

جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے، وہ اس روز اپنے بندوں کو اپنی عظمت دکھادے گا اور آٹھ فرشتے اس کا عرش اُٹھائیں گے:

"اور فرشتے اس کے کناروں پر مقرر کردیئے جائیں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔ وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔"
(سورۃ الحاقہ، 17-18)

قبروں سے نکل کر تمام لوگ گروہوں کی صورت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے:

"بے شک فیصلے کا دن ایک معین وقت ہے جس روز صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوج در فوج۔" (سورۃ النباء، 17-18)

قرآن پاک فرماتا ہے کہ ایمان والوں کے چہرے نور سے چمک رہے ہوں گے اور وہ اپنے خالق و مالک کو دیکھ رہے ہوں گے، جبکہ ایمان نہ رکھنے والے شرم و ندامت کے باعث اپنے سر بھی نہیں اُٹھائیں گے۔ اُن کا طرز عمل اُس لمحے اس طرح کا ہوگا:

"اور (فرط نیاز سے) جھک جائیں گے سب (لوگوں کے) چہرے حي و قیوم کے سامنے۔ اور نامراد جس نے لادا اپنے (سر) پر ظلم (کا بار گراں)۔" (سورہ طٰحٰہ، 111)

اگر ہم اربوں لوگوں کو جو اس وقت دنیا پر موجود ہیں، ماضی میں زندہ رہنے والے لوگوں میں جمع کریں اور اُن لوگوں کو بھی جو مستقبل میں پیدا ہونے اور زندگی گذارنے والے ہیں اس میں شامل کرلیں تو ہم قیامت کے روز قبروں سے نکلنے والے لوگوں کے عظیم ہجوموں کا تصور کر سکتے ہیں۔ لوگ جمع ہوں گے، ایک دوسرے کو دیکھیں اور واضح طور پر پہچانیں گے اور اُنہوں نے جو کیا ہوگا وہ بھی انہیں دکھائی دیگا جو اُن کے ساتھ بیت رہا ہوگا لوگ وہ بھی دیکھ سکیں گے، کیونکہ اُن کی قوت بصارت تیز ہو جائے گی انہیں اس کٹھن دن بتایا جائے گا:

"تو (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ۔ سو تیری بینائی آج تیز ہے۔"

(سورہ ق، 22)

وہ تمام لوگ جنہیں کوئی شخص جانتا ہوگا سب اس کے سامنے موجود ہوں گے۔ مشہور یا معمولی شہرت والے، امیر یا غریب، تمام انسان اپنے دنیاوی مقام یا شہرت کے بغیر اللہ پاک کے سامنے حاضر ہوں گے۔ صرف ایمان رکھنے والے اس روز ندامت کا شکار نہیں ہوں گے، دیگر تمام لوگ خواہ انہوں نے ایک عرصہ اپنے نام کا ڈنکا بجایا ہو یا تاریخ رقم کی ہو، اس وقت اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی سزا کی سختی کی وجہ سے ایک جیسا خوف محسوس کریں گے اور افسوس کر رہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے وہ کسی ملک کے صدر، موسیقار، آرٹسٹ یا امیر کبیر انسان ہوں، مگر ایسی "خصوصیات" اس وقت بے معنی ہوں گی اور پیسہ، دفتر اور دوسری دنیاوی برتری کی چیزیں اپنا مقام کھو دیں گی۔ دوسرے الفاظ میں، تعریف کرانے والا اور تعریف کرنیوالا دونوں ایک ہی حال میں ہوں گے:

"اور جس روز ہم جمع کریں گے ان سب کو............"

(سورہ یونس، 28)

"فرمایئے، اللہ نے زندہ فرمایا ہے تمہیں پھر وہی مارے گا تمہیں پھر جمع کرے گا تمہیں روز قیامت جس میں ذرا شک نہیں، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔" (سورۃ الجاثیہ، 26)

اُس روز دنیاوی مقام و مرتبہ اور دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، کوئی کسی کے نقش قدم پر نہیں چلے گا، نہ ہی کوئی کسی کو متاثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اعلیٰ عہدیدار، امیر، حکمران، افسران، عام لوگوں کی طرح اپنے گناہوں کے لیے جواب دہ ہوں گے اور واحد وجہ برتری اللہ کی قربت ہوگی۔ تمام لوگ اچھی طرح جان لیں گے کہ اللہ کی خوشنودی اور رضا کو جیتنے کی کوشش کے سوا کسی چیز کی اہمیت نہیں، اور وہ لازماً جان لیں گے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ اور جیسا کہ قرآن فرماتا ہے منکرین کو جب اس سچ کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ دوبارہ اپنی پہلی زندگی میں واپس جا کر غلطیوں کو سدھارنے یا ایک دوسرے کی مدد کے

قابل نہیں ہوں گے:

"تو جب صور پھونکا جائے گا تو کوئی رشتہ داریاں نہ رہیں گی اُن کے درمیان اُس روز اور نہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے۔"

(سورۃ المومنون، 101)

حساب کا وقت:

قرآن پاک انسانی زندگی کا اصل مقصد یوں بیان فرماتا ہے:

"اے انسان! تو محنت سے کوشاں رہتا ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے تک پس تیری اس سے ملاقات ہو کر رہتی ہے۔"

(سورۃ الانشقاق، 6)

کسی انسان کی زندگی میں، یونیورسٹی میں تعلیم کیلئے جانا، گریجوایٹ ہو جانا، شادی کرنا، یا اولاد کا حصول اہم ترین موڑ سمجھے جاتے ہیں۔ دنیاوی خواہشات رکھنے والے لوگ دن گنتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور اس دن کیلئے بڑی تگ ودو اور تیاری کرتے ہیں جس دن وہ اپنے مقصد حاصل کرنے جا رہے ہوتے ہیں۔ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگیاں انہی سمتوں میں چل رہی ہیں اور وہ انہی مقاصد کے حصول کیلئے زندہ ہیں۔ لیکن در حقیقت، انسانوں کو اللہ کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ چاہے وہ اس بات کو تسلیم نہ کریں لیکن در حقیقت دل کی گہرائی میں وہ جانتے ہیں۔ پھر بھی لوگ اس زندگی کو ہمیشہ باقی رہنے والی خیال کرتے ہیں اور اپنی تخلیق کے اصل مقصد کو بھولنے یا مکمل طور پر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ دنیاوی زندگی میں کیا کرتے رہے، انہیں بالآخر: روز حساب، انصاف کے وقت اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

ہر گذرنے والا دن ہمیں اس روز کے قریب کر رہا ہے۔ ہر گھنٹہ، ہر منٹ اور ہر سیکنڈ، جزا اور دوبارہ زندہ کیے جانے کی طرف ایک نیا قدم ہے۔ ہر شخص اسی عمل سے گذر رہا ہے، جو پلٹایا روکا نہیں جا سکتا:

"بے شک انہیں (آخر) ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ پھر یقیناً

ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب لینا ہے۔"

(سورۃ الغاشیۃ، 26-25)

جب وہ وقت آئے گا، ہر چیز اپنے انجام کو پہنچ جائے گی اور پھر واپس جانے یا غلطیاں ٹھیک کرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ وہ تمام لوگ جنہوں نے سچائی کو جاننے پوچھنے ماننے سے انکار کیا، اس روز ایسی حیرت اور وحشت سے دوچار ہوں گے جس کا سامنا انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا ہوگا۔ وہ سب جنہوں نے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت سے انکار کیا تھا، وہ ناقابل مثال عذاب میں مبتلا ہوں گے، کیونکہ اللہ کے پیغمبروں نے انہیں زندگی گذارنے کے طریقے سے آگاہ اور خبردار کیا تھا اور انہیں سچے مذہب کی دعوت دی تھی۔ مزید براں، اللہ نے انہیں کافی مہلت اور موقع دیا کہ وہ اس سچ پر غور کریں اور اس کی حقیقت کو سمجھیں جس کے بارے میں انہیں آگاہ کیا گیا تھا:

"کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں (بآسانی) نصیحت قبول کرنا چاہتا؟......" (سورۃ الفاطر، 37)

اب نصیحت قبول کرسکتا جو وقت ختم ہو چکا اور سچ کا وقت آ پہنچا۔ اللہ پاک، جو ہر شخص کے اعمال سے واقف ہے جو اس نے زندگی کے دوران کئے، وہ ہر شخص کی "شاہ رگ" سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ اور اب ہر شخص نے جان لیا ہوگا کہ اس کا خالق کون ہے، اس نے اسے کیوں تخلیق کیا، اُن کے فرائض کیا تھے، اور یہ کہ انہیں اللہ کی طرف واپس جانا ہے۔ وہ ڈھیٹائی سے خود کو بے وقوف بناتے رہے، حالانکہ وہ اس بارے میں جانتے تھے، لہٰذا انہیں اس کے بدلے عذاب ملے گا۔ اس روز ہر شخص کو اس کے اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا اور یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ انہوں نے کس چیز سے غفلت برتی۔

"جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کرے گا پھر انہیں آگاہ کرے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ بھلا چکے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔"

(سورۃ المجادلہ، 6)

"اس روز پلٹ کر آئیں گے لوگ گروہ در گروہ تاکہ انہیں دکھا دیئے

جائیں ان کے اعمال۔ پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔" (سورۃ الذلذال، 6-8)

اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اس سچے لمحے کیلئے تیار رہنے کی ہدایت کرتا ہے:

"......اور جو تم نیک کام کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، اور سفر کا توشہ تیار کرو اور سب سے بہتر توشہ تو پرہیز گاری ہے۔"

(سورۃ البقرہ، 197)

وہ لوگ جنہوں نے اپنے ضمیر کی آواز کو سنا اور اللہ کے فرمان کی پیروی کی، وہ اس روز غم یا خوف کا شکا نہیں ہوں گے جبکہ ایمان نہ لانے والے ندامت سے دوچار ہوں گے جسے وہ بدل نہیں سکیں گے، جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

"اور (سامنے) لائی جائے گی اس دن جہنم۔ اس روز انسان کو سمجھ آئے گی لیکن اس سمجھنے کا کیا فائدہ؟ (اس دن (کہے گا کاش! میں نے (کچھ) آگے بھیجا ہوتا اپنی (اس) زندگی کے لیے۔ پس اس دن اللہ کے عذاب کی طرح نہ کوئی عذاب دے سکے گا۔"

(سورۃ الفجر، 23-25)

کسی سے ناانصافی نہیں ہوگی:

"اور جگمگا اُٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھ دیا جائے گا دفترِ عمل اور حاضر کیے جائیں گے انبیاء اور (دوسرے) گواہ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان انصاف سے اور ان پر (رتی بھر) ظلم بھی نہیں کیا جائے گا۔" (سورۃ الزمر، 69)

اس روز کی صداقت اللہ پاک کی عظمت، نہ چوکنے والے انصاف اور اس کے اوصاف "الجبار (قوت والا)" "القہار (زور والا)" اور المنتقم (بدلہ لینے والا)" کی مظہر ہوگی۔ زمین کی طرح، اس کا انصاف اعمال ناموں کی جانچ کا پڑتال کا مشاہدہ کرے گا اور

انسانوں کے حتمی انعام یا سزا کا فیصلہ کرے گا۔ ہر کسی کو اعمال کے "پلڑے" کی مناسبت سے مقام ملے گا:

"اور ہم رکھ دیں گے صحیح تولنے والے ترازو قیامت کے دن۔ پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر۔ اور اگر (کسی کا کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی حساب کرنے والے۔" (سورۃ الانبیاء، 47)

تمام اعمال کی جانچ ترازو کے پلڑوں کے حساب سے ہوگی جو ہر شخص کے دائمی عذاب، دائمی غلامی یا دائمی خوشی کا فیصلہ کریں گے۔ وہ لوگ جن کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا، جنت میں جائیں گے، مگر وہ لوگ جن کے اچھے اعمال کا وزن کم ہوگا انہیں انصاف کے مطابق سزا ملے گی: اور انہیں جہنم میں بھیج دیا جائیگا۔ قرآن کا اس بارے میں ارشاد ہے:

"پھر جس کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے تو وہ دل پسند عیش (ومسرت) میں ہوگا۔ اور جس کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ ہاویہ کیا ہے؟ ایک دہکتی ہوئی آگ۔"

(سورۃ القارعہ، 11-6)

راہنمائی کرنیوالا اور گواہ:

روز حساب ہر شخص پیش ہونے کیلیے دو فرشتوں کے ہمراہ آئے گا:

"اور حاضر ہوگا ہر شخص اس طرح کہ اس کے ہمراہ ایک (اسے) ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔" (سورہ ق۔ 21)

روز جزا کے موقع پر ہر جگہ اللہ کے نور سے روشن ہوگی۔ اعمال کی جانچ پڑتال کرنیوالے گواہان اور ترجمان تیار ہوں گے۔ اللہ کے رسول، جو لوگوں کو اللہ کی عبادت کی تلقین کرتے رہے، اور دوسرے گواہان اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن سے اس روز سوال جواب ہوں گے۔ یہ گواہان کوئی غلطی نہیں کریں گے۔

اس روز کوئی یہ دعویٰ نہیں کرے گا کہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ اللہ کے احکامات کی پیروی کرنا اُن پر فرض ہے کیونکہ تمام انسانوں کو اس حقیقت سے اللہ کے پیغمبر خبر دار کر چکے ہیں۔لوگ اس روز اپنے اعمال سے بھی انکار نہیں کر سکیں گے۔اُن کے اچھے برے تمام اعمال بے نقاب ہو جائیں گے۔اگر وہ سچ سے انکار کریں گے تو گواہان حقیقت بتائیں گے اوران کا جھوٹ بے نقاب کر دیں گے۔ہر قوم کو اس کی کتاب اور راہنما (امام) کے ساتھ زبردست تنظیم میں اپنے مالک کے حضور پیش کیا جائے گا۔اس اور جب حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک کی تمام قومیں جمع ہوں گی،اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت اور بے مثال انصاف اعمال کی جانچ پڑتال کی نگرانی کریں گا:

> ''اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا۔ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے صحیفہ (عمل) کی طرف۔(انہیں کہا جائے گا) آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

(سورۃ الجاثیہ،28)

غیر متوقع گواہان:

اس روز گناہگاروں کے گواہ پیش کیے جائیں گے۔ایمان لانے والوں کے علاوہ ،وہ فرشتے جنہوں نے انسان کے تمام اعمال کو کتاب میں درج کیا اور دوسرے گواہان بھی اللہ کے حکم سے موجود ہوں گے۔مزید براں منکرین کے گناہوں کی جانچ پڑتال کیلئے غیر متوقعگواہان بھی لائے جائیں گے۔یہ اللہ کی حاکمیت کی حیرت انگیز نشانیاں ہیں کہ جب لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ بالکل تنہا ہیں یہ پوشیدہ گواہ وہاں موجود تھے۔ان میں سے جو گواہی دیں گے اُن میں انسان کی قوتِ بصارت وسماعت اور اس کی کھال بھی ہوگی جنہیں وہ اپنا سمجھتے ہوں گے،مگر یہ اعضاء اس وقت ان کا ساتھ نہیں دیں گے جس سے منکرین کی ذہنی خستہ حالی میں مزید اضافہ ہوگا۔

لوگ اپنے اعمال کی معقول (یا نامعقول) توجیہہ تلاش کر لیتے ہیں اور اپنی اس توجیہہ پر یقین بھی کرنے لگتے ہیں،اس لیے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے

کہ اپنے آپ کو یا دوسری پارٹی کو قائل کر لیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اس پر یقین رکھتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں اور اسی کی حمایت میں دلائل بیان کرتے اور وضاحتیں دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کے وجود سے انکار کی جو جھوٹی توجیہات پیش کرتے ہیں اس پر اُن کا مردہ دل مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کیخلاف سوچی سمجھی جنگ پر مائل ہو جاتے ہیں۔

مگر اُن کی توجیہات یا وضاحتوں کی روزِ حساب کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ انہیں پتہ چل جائے گا کہ اُن کی بے بنیاد وضاحتیں کس قدر بے کار ہیں اور وہ اپنے حواس اور جلد کی گواہی سے جان لیں گے کہ وہ کسی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ وہ اعمال جو وہ سمجھتے رہے کہ اُنہوں نے سب سے چھپ کر کیے اور جن کا کسی کو پتہ نہیں، وہ سب ایک ایک کر کے اُن کے سامنے لائیں جائیں گے اور اُن کا اپنا بدن ان سب اعمال کا اقرار کرے گا۔

اُنہیں اعمال کی جانچ پڑتال کیلئے تنہا بلایا جائیگا:

پھر یہ کہ، وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے دوستوں کی مدد حاصل ہوگی اُس روز انہیں اپنے اعمال کا حساب 'تنہا' دینا ہوگا۔ اس سے ایمان نہ لانے والوں کو پتہ چلے گا کہ اللہ کے سوا کوئی چیز اُن کی مدد نہیں کر سکتی۔ اُنہیں اپنی اس غلطی کا اس کے مطابق ہی صلہ ملے گا۔ قرآن پاک اُن کے اس تنہا حساب کتاب کی حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

> ''اور وہ سب پیش ہوں گے اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا۔''
>
> (سورہ مریم، 95)

تنہا ہونا، لوگوں کیلئے خوفناک ترین چیزوں میں سے ایک ہے، خاص طور پر مشکل وقت میں تنہا ہونا۔ یہاں تک کہ زمین پر موجود حالات میں ہی تنہا پن تکلیف دہ ہے۔ آخرت میں، تنہا پن بہت سے مصائب میں سے ایک ہوگا۔ ان مصائب میں سے بدترین منکرین کیلئے انصاف کے وقت کا خوف ہوگا، کیونکہ وہ اپنے تمام تر بد اعمال سے خوب واقف ہوں گے۔ کوئی ایسا اُن کے قریب نہ ہوگا جس پر وہ بھروسہ کر سکیں یا جس سے مدد

حاصل کر سکیں، اور یہاں تک کہ اُن کے عزیز ترین خاندان والے بھی اُن کی پروا نہیں کریں گے۔ ہر شے تبدیل ہو چکی ہوگی اور اُن کا اپنا بدن تک اُن کے خلاف گواہی دینے لگے گا۔ ایسا اکیلا پن بیان کرنا بھی مشکل ہے۔

یہ اُمید کرنا کہ اُن کے جھوٹے دیوتا اور دوست اُن کی مدد کریں گے محض اُن کی غلطی تھی، اُن کی دوسری غلطی یہ تھی کہ اُن کے پوشیدہ گناہ اور بداعمال روزِ حساب مخفی رہیں گے۔ درحقیقت، اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے:

"وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہیں رہے گا۔" (سورۃ الحاقۃ، 18)

"اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کام لوگ کرتے ہیں۔" (سورۃ الزمر، 70)

ایمان نہ لانے والوں کے تمام گناہ مکمل طور پر سامنے لائے جائیں گے۔ وہ لوگ جو اپنی پوری زندگی میں جھوٹ بولتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے خاندان کے افراد اور قریبی دوستوں تک کو نہیں چھوڑا، فراڈ کیے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے ہر غلط کام کیا جو اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلاتے رہے اور ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے رہے، وہ یہ سمجھتے رہے کہ ان کے یہ گناہ کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آئیں گے مگر انہیں ان گناہوں کا حساب تنہا دینا ہوگا:

"یاد کرو اس دن کو جب سب راز فاش کر دیئے جائیں گے پس نہ خود اس میں زور ہوگا اور نہ کوئی (دوسرا) مددگار ہوگا۔"

(سورۃ الطارق، 10-9)

دوستی، خاندان یا قربت کام نہیں آئیگی:

اس روز لوگوں کے پاس نہ تو اتنی طاقت ہی ہوگی اور نہ ہی انہیں یہ موقع ملے گا کہ وہ خود کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف متوجہ ہوں۔ لوگ اپنے خاندان کے بارے میں بھی نہیں

سوچیں گے جس پر وہ بہت مان اور اعتماد کیا کرتے تھے۔ اپنے خوف کی وجہ سے، وہ اپنی فکر میں پھنسے ہوں گے۔ اُن کا اپنے اُن اباؤ اجداد سے تعلق ٹوٹ جائے گا جن کو وہ اپنے لیے باعث فخر خیال کرتے تھے اور جن کیلئے "خاندانی درخت" تیار کرتے تھے اور جن کی تاریخ پڑھا کرتے تھے:

"تو جب صُور پھونکا جائے گا تو کوئی رشتہ داریاں نہ رہیں گی اُن کے درمیان اُس روز اور نہ وہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے۔"

(سورۃ المومنون، 101)

وہ مضبوط پناہ گاہیں جن پر وہ یقین کیا کرتے تھے اور انہیں اپنی ڈھال سمجھا کرتے تھے۔ جیسے کہ خاندانی دولت اور اُن کے دفاتر، اس روز تباہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جو اپنے اباؤ اجداد کے نام اور ورثہ میں ملی دولت کو اپنے لیے باعث سبقت سمجھتے رہے، اور وہ جو یہ سمجھتے رہے کہ مذہب کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر وہ زندگی میں فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ اسے قابل فخر سمجھتے رہے، انہیں اس روز اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اس دن صرف ایمان ہی کی اہم حیثیت ہوگی۔

اُن معاشروں میں جہاں مذہب کے بتائے اصولوں کو بھلا دیا گیا ہے، دوستی کی بنیاد اور اس کے جاری رہنے کا اہم ترین سبب دراصل ذاتی مفاد ہے۔ ذاتی مفاد کے تحت سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور اپنا مستقبل محفوظ بنانے، پیسہ کمانے، معاشرے میں اہم مقام حاصل کرنے اور رابطہ بنانے کی ضمانت حاصل کی جاتی ہے۔ مگر قیامت کے دن، کوئی بھی خوشی، خواہشات اور نفسانی آرزوؤں کے پیچھے بھاگنے کے قابل نہ ہوگا، لہٰذا تمام دوستیاں فوری طور پر بھلا دی جائیں گی۔ قرآن فرماتا ہے:

"اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا حال نہ پوچھے گا۔"

(سورۃ المعارج، 10)

خوف اس قدر زیادہ ہوگا کہ ہر شخص سزا سے بچنے کیلئے اپنا سب کچھ دینے پر تیار ہو

جائے گا۔اس سے بھی بڑھ کر وہ دولت...... جس کیلئے وہ ہر قدم اُٹھانے کو تیار رہتے تھے اپنی کشش کھو دے گی۔ اگر اُن کے پاس دنیا کی ساری دولت بھی ہوتی تو وہ اسے اپنی دولت سمیت عذاب سے بچنے کیلئے دے دیتے۔ وہ ساری جائداد جو اُن کی ملکیت تھی اور وہ اس کی دل و جان سے حفاظت کرتے رہے بے معنی ہو جائے گی۔ اب وہ اپنی ساری دولت اللہ کیلئے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے خرچ کرنے پر تیار ہو جائیں گے...... مگر افسوس اب بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

دنیا میں انہوں نے اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرنے کی بجائے زندگی دنیاوی آسائشوں کے حصول میں گذار دی اور اس کوشش میں سرگرداں رہے کہ اُن کا نام، کام اور مقام اُن کے مرنے کے بعد محفوظ اور یاد رکھا جائے گا۔ اور انہوں نے یوں اس سخت ترین دن کو بھلا دیا۔ قرآن پاک اس دردناک انجام کو یوں بیان کرتا ہے۔

"اور اگر ان کے پاس جنہوں نے شرک کیا زمین میں جو کچھ ہے سب ہو اور اتنا اور بھی اس کے ساتھ، تو چاہیں گے کہ بطور فدیہ ادا کر دیں اسے برے عذاب کے عوض، قیامت کے دن اور (اس روز) ظاہر ہو جائے گا ان پر اللہ کی طرف سے جس کا وہ گمان کیا کرتے تھے۔" (سورۃ الزمر، 47)

"اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی محبت (و پیار) کا ذریعہ اس دُنیوی زندگی میں، پھر قیامت کے دن تم انکار کرو گے ایک دوسرے کا اور پھٹکار بھیجو گے ایک دوسرے پر اور تمہارا ٹھکانا آتشیں (جہنم) ہوگا اور نہیں ہوگا تمہارا کوئی مددگار۔"

(سورۃ العنکبوت، 25)

کئی فریب کاریوں میں مبتلا رہنے کے باوجود، منکرین یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ اُن کی دوستیاں جھوٹی تھیں۔ اُن میں سے بہت سوں کیلئے اُن کی دوستی اور پیار "سب سے جدا" تھا۔ درحقیقت، اُن سب نے ایک ہی غلطی کی اور زمین پر بھی سچی وفا نہ پا سکے۔ اس روز وہ اپنے دردناک عذاب سے بچنے کیلئے جو پیشکش کریں گے وہ بھی اُن کے دوستی کے

متعلق نظریات کی عکاس ہوں گی۔ اُن کے خاندان اور دوست، جن کیلئے وہ زندگی میں بے حد مضبوط تعلق کا دعویٰ کیا کرتے تھے، اب وہ انہیں اپنی آزادی پر قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ اس حقیقت کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا حال نہ پوچھے گا۔ دکھائی دیں گے ایک دوسرے کو، ہر مجرم تمنا کرے گا کہ کاش! بطور فدیہ دے سکتا آج کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے خاندان کو جو (ہر مشکل میں) اسے پناہ دیتا تھا اور (بس چلے تو) جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو۔ پھر یہ (فدیہ) اس کو بچالے (لیکن) ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بیشک آگ بھڑک رہی ہوگی۔''

(سورۃ المعارج، 15-10)

اپنی جان چھڑانے کیلئے کی جانے والی اس پیشکش سے ایمان نہ لانے والوں کا اصل کردار مکمل طور پر بے نقاب ہو جائے گا۔ تمام لوگ جان جائیں گے کہ زمین پر قائم قریب ترین رشتے بھی مخصوص ذاتی مفاد پر مبنی تھے۔ اس روز ان مفادات کے واضح ٹکراؤ کی وجہ سے، یہ دوستیاں اپنی اہمیت کھو دیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے طے شدہ وقت تک کیلئے اپنی تمام تر نعمتوں سے نوازا تھا۔ وقت ختم ہونے پر اُن کی طرف سے فدیہ کی پیشکش دراصل ایک بار پھر منکرین کے حقیقت کو پہچاننے کی عدم صلاحیت ظاہر کرتی ہے۔

اعمال ناموں کا ہاتھوں میں دیا جانا:

ہر انسان کے تمام اعمال دو فرشتے اعمال نامہ میں محفوظ کر رہے ہیں: ایک فرشتہ دائیں جانب موجود ہے اور دوسرا بائیں جانب۔ ہر شخص روز حساب اپنا اعمال نامہ وصول کرے گا۔ کسی بھی عمل سے انکار ممکن نہیں ہوگا کیونکہ اس کھاتہ میں ہر چیز درج ہوگی۔ اور یہی وہ کھاتہ ہوگا جو لوگوں کو بتائے گا کہ انہوں نے آخرت کی زندگی کیلئے کیا تیار کیا تھا۔ ایمان والوں کو یہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور منکرین کو بائیں ہاتھ میں۔ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی، کیونکہ ہر عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کے کھاتہ میں درج ہوگا۔

ایمان لانے والے اپنا اعمال نامہ خوشی خوشی وصول کریں گے اور اپنے پاس موجود لوگوں کو پڑھنے کیلئے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

"وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔ پس جس کو دے دیا گیا اس کا نامہ عمل دائیں ہاتھ میں تو وہ (فرط مسرت سے) کہے گا لو پڑھو میرا نامہ عمل، مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔ پس یہ (خوش نصیب) پسندیدہ زندگی بسر کرے گا۔ عالیشان جنت میں۔ جس کے خوشے جھکے ہوں گے۔ (اذن ملے گا) کھاؤ پیو مزے اُڑاؤ یہ ان اعمال کا اجر ہے جو تم نے آگے بھیج دیئے گزشتہ دنوں میں۔"

(سورۃ الحاقۃ، 18-24)

رسول اکرمؐ نے ایمان والوں کے انعام کے بارے میں فرمایا: "درحقیقت، اللہ مومن کی نیکیوں کے بدلے ناانصافی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس پر اس دنیا میں بھی اپنی رحمت کرے گا اور آخرت میں بھی اس کا اجر دے گا۔" (صحیح مسلم)۔

دوسری طرف، ایمان نہ لانے والے شرمندہ اور بے حد خوف میں مبتلا ہوں گے۔ اُن کے اعمال ناموں میں، جو وہ بائیں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہوں گے، ہر وہ بات موجود ہوگی جو وہ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں گے۔ یعنی وہ ایسے اعمال سے بھریں ہوں گے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ درج ذیل آیت اس حقیقت کے آشکار ہونے پر اُن کے خوف اور حیرت کو بیان کرتی ہے:

"اور رکھ دیا جائیگا (ان کے سامنے) نامہ عمل۔ پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ وہ ڈر رہے ہونگے اس سے جو اس میں ہے اور کہیں گے صد حیف! اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے کہ نہیں چھوڑا اس نے کسی چھوٹے گناہ کو اور نہ کسی بڑے گناہ کو مگر اس نے اس کا شمار کر لیا ہے اور (اُس دن) وہ پالیں گے جو عمل انہوں نے کئے تھے اپنے سامنے۔ اور آپ کا رب تو (اے حبیبؐ) کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔"

(سورۃ الکہف، 49)

اُن کے اعمال ناموں میں، اللہ سے نہ ڈرنا، اس کے شریک ٹھہرانا، اس کے احکامات پر دوسرے لوگوں کی بتائی باتوں کو اہمیت دینا، جھوٹ بولنا، جوا کھیلنا، زنا کرنا اور دیگر تمام گناہ درج ہوں گے۔ چونکہ اُنہوں نے اللہ کو اس طرح نہیں پہچانا جیسے کہ اُسے پہچاننے کا حق ہے، اس لیے وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنی فریب کاریوں کے ساتھ جیسے چاہیں زندگی گذار سکتے ہیں اور یہ کہ دکھاوے کیلئے کیے گئے اچھے اعمال اُن کی بخشش کا سبب بن جائیں گے۔ پس، اُن لوگوں کیلئے جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے یا جو صرف دکھاوے کیلئے اُس کی عبادت کرتے تھے صرف خوف اور حیرت ہوگی، کیونکہ اُن کی نیتیں بھی اعمال ناموں میں درج ہوں گی۔ منکرین کی ناامیدی اور ندامت ان کے منہ سے ادا ہونیوالے الفاظ سے صاف عیاں ہوگی، جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے:

"اور جس کو دیا جائے گا اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں وہ کہے گا اے کاش! مجھے نہ دیا جاتا میرا نامہ عمل۔ اور میں نہ جانتا میرا احساب کیا ہے۔ اے کاش! موت نے ہی (میرا) قصہ پاک کر دیا ہوتا۔ آج میرا امال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی۔"

(سورۃ الحاقۃ، 25-29)

ایک اور آیت ایمان والوں (جو اللہ اور روز آخرت پر کامل ایمان لائے اور سچائی واضح کر دینے والے لمحے کیلئے خود کو تیار کرتے رہے......) اور منکرین (جو آخرت کو بھولے رہے اور اللہ اور ایمان لانے والوں سے دور رہے) کے درمیان فرق بیان کرتی ہے:

"پس جس کو دیا گیا اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں تو اس سے حساب آسانی سے لیا جائے گا اور واپس لوٹے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف شاداں وفرحاں۔ اور جس (بدنصیب) کو اس کا نامہ عمل پس پشت دیا گیا تو وہ چلائے گا، ہائے ذلت! ہائے موت! اور داخل ہوگا بھڑکتی آگ میں۔ بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل و عیال میں خوش وخرم رہا کرتا تھا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ وہ (اللہ کے

حضور) لوٹ کر نہیں جائے گا۔ کیوں نہیں۔ اس کا رب اُسے خوب دیکھ رہا تھا۔"

(سورۃ الانشقاق، 7-15)

لوگوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا:

اب وہ لمحہ آن پہنچا ہے جس کے وہ لوگ منتظر تھے جنہوں نے اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے زندگی بسر کی۔ مومنوں کو وہ اجر ملے گا جن کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا، جبکہ ایمان نہ لانے والوں کو اس روز ایسا نا قابل بیان اور زبردست خوف ملے گا جس کا مزا انہوں نے پہلے کبھی نہیں چکھا ہوگا۔ ایمان والوں کو یہ خوف محسوس نہیں ہوگا۔ قرآن پاک کہتا ہے کہ ایمان والوں اور کافروں کو اس روز الگ کر دیا جائے گا:

"(ہاں ہاں) یہی فیصلہ کا دن ہے جس (کی آمد) کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔"

(سورۃ الصّٰفّٰت، 21)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: "دائیں طرف والے" (مومنین) اور "بائیں طرف والے" (منکرین)۔ ایمان لانے والوں میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے راستے پر چلنے کی جستجو میں سب سے آگے اور اللہ کے نزدیک ہوں گے۔ قرآن پاک ان لوگوں کو "کامیاب" قرار دیتا ہے:

"کئی چہرے اس روز ترو تازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کئی چہرے اس دن اُداس ہوں گے۔ خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا۔"

(سورۃ القیٰمۃ، 22-25)

"پس (ایک گروہ) دائیں ہاتھ والوں کا ہوگا، کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی۔ اور (دوسرا گروہ) بائیں ہاتھ والوں کا ہوگا، کیا (خستہ) حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔ اور (تیسرا گروہ ہر کار خیر میں) آگے رہنے والوں کا، وہ (اس روز بھی) آگے آگے ہونگے۔

وہی مقرب بارگاہ ہیں۔"

(سورۃ الواقعۃ، 8-11)

دوزخ دکھائی جائے گی:

اس روز ہر شخص کو اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہونا پڑیگا وہ لوگ جنہیں پتہ چل جائے گا کہ اُن کی منزل دوزخ ہے وہ آخرت کی زندگی پر دنیوی زندگی کو ترجیح دینے پر سخت رنج و ملال میں مبتلا ہوں گے۔ وہ وقتی آسائش پر مبنی زندگی گذارتے رہتے تھے یہ سوچے ہوئے کہ اُنہیں سزا نہیں ملے گی، اور روز حساب نہیں آئے گا اور نہ ہی اللہ پاک اُنہیں عذاب میں مبتلا کرے گا، مگر ان لوگوں کو اللہ نے ایک غیر متوقع وقت پر پکڑ لیا۔ اب سب ختم ہو چکا ہوگا، اور ہر شخص کے مقام کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ ایمان والوں اور منکرین کو الگ الگ کرنے سے پہلے دوزخ کا نظارہ کرایا جائے گا۔ اس روز، ہر شخص دوزخ کے گرد دوزانو ہوگا، اس کے پھنکارنے اور کھولنے کی آواز سنے گا اور اُس کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے مناظر دیکھے گا۔ پھر مومن تو محفوظ ہوں گے، جبکہ ایمان نہ لانے والے کو اسی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھے رہیں گے:

> "اور انسان (ازراہ انکار) کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو مجھے پھر زندہ کر کے نکالا جائیگا؟ کیا یاد نہ رہا انسان کو کہ ہم نے ہی پیدا کیا اسے اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ سو (اے محبوب) تیرے رب کی قسم! ہم جمع کرینگے انہیں بھی اور شیطانوں کو بھی پھر حاضر کرینگے ان سب کو جہنم کے اردگرد کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہونگے۔ پھر ہم (چن چن کر) الگ کر لینگے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے سخت نافرمان تھے۔ پھر ہم ہی خوب جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو زیادہ مستحق ہیں اس آگ میں تپائے جانے کے۔ اور تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔ یہ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر ہم نجات دینگے پرہیز

گاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہونگے۔''

(سورہ مریم، 72-66)

ایمان والوں کو جہنم کا نظارہ کرانا قابل فہم ہے۔ کیونکہ جب وہ جہنم کو قریب سے دیکھیں گے تو پوری طرح انہیں اللہ کے دین کی خوبصورتی اور امتیاز کا ادراک ہوگا، کیونکہ دوزخ اس قدر خوفناک ہے کہ اس کے عذاب سے محفوظ ہونا اُن میں زبردست خوشی اور شکر مندی کا احساس پیدا کرے گا۔ اُنہیں جہنم اور جنت میں فرق دیکھنے کا موقع ملے گا۔ جنت کی ہمیشہ کی زندگی اور خوبصورت نعمتوں کی قدر و قیمت بلاشبہ کہیں زیادہ قابل تعریف ہے۔ اس موازنہ سے اُنہیں ملنے والی نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس ہوگا۔ اسی لیے تعلیم، زمین کو امتحان کی جگہ بنا کر تخلیق کرنے کی حکمت کا حصہ ہے۔ زمین پر لوگ صحیح اور غلط کے بارے میں سیکھتے ہیں۔ خوبصورتی اور بدصورتی کا فرق جانتے ہیں اور اچھے برے میں تمیز کرنا سیکھتے ہیں...... یہ سب ان کے درمیان موازنہ کرنے سے ممکن ہوتا ہے۔ وہ ایسا کرنے کے قابل اس لیے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرق کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، اُس نے انہیں دماغ دیا ہے کہ اس کا استعمال کریں اور سب سے بڑھ کر نعمتیں اللہ سے محبت کرنے کے عمل میں ہیں۔

روز حساب، تمام ایمان والے ''تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ'' (سورۃ البینۃ، 7) ہمیشہ کیلئے منکرین ''تمام مخلوقات میں سب سے بدترین'' (سورۃ البینۃ، 6) سے الگ کردیئے جائیں گے:

''اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر اکٹھا کیا جائے گا۔ (تمہیں علم ہے) کس دن کے لیے یہ ملتوی کیا گیا ہے، فیصلہ کے دن کے لیے۔ (اے مخاطب!) تجھے کیا علم کہ فیصلے کا دن کیسا ہے۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔ کیا ہم نے ہلاک نہیں کردیا جو ان سے پہلے تھے۔ پھر ہم ان کے پیچھے پیچھے بھیج دیں گے بعد میں آنے والوں کو۔ گناہ گاروں کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔"

(سورۃ المرسلت، 19-11)

یہ الگ الگ کر دینے والا دن موت کے ساتھ شروع ہوتا ہے، دوبارہ زندہ کرنے اور اعمال کی جانچ پڑتال کے ساتھ جاری رہتا ہے اور پھر لوگوں کو اُن کے ہمیشہ باقی رہنے والے مقامات پر بھیجنے کے بعد مکمل ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک مومنوں اور منکرین کے اپنے ابدی ٹھکانے کی طرف سفر کو یوں بیان فرماتا ہے:

"اور آ پہنچی موت کی بے ہوشی سچ مچ۔ (اے نادان!) یہ ہے وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا اور صور پھونکا جائے گا۔ یہی وعید کا دن ہوگا اور حاضر ہوگا ہر شخص اس طرح کہ اس کے ہمراہ ایک (اسے) ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ۔ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے۔ اور کہے گا اس کا (عمر بھر کا) ساتھی یہ اعمال نامہ جو میرے پاس تھا بالکل تیار ہے۔ جہنم میں جھونک دو ہر کافر سرکش کو۔ جو سختی سے روکنے والا تھا نیکی سے، حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا تھا۔ جس نے بنا رکھے تھے اللہ کے ساتھ کئی اور خدا۔ پس جھونک دو اس (بدبخت) کو عذاب شدید میں۔ اس کا ساتھی (شیطان) بولے گا اے ہمارے پروردگار! میں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی گمراہی میں دُور تک چلا گیا تھا۔ (اللہ) فرمائے گا مت جھگڑو میرے رُوبرو، میں تو پہلے ہی تم کو وعید سنا چکا ہوں۔ میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ (یاد کرو) وہ دن جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو پر ہوگئی تو وہ (جواباً) کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیز گاروں کیلئے۔ وہ (ان سے) دُور نہیں ہوگی۔ یہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔ یہ ہر اُس شخص کے لیے ہے جو اللہ کی طرف رُجوع کرنے والا اپنی توبہ کی

حفاظت کرنے والا ہے۔ جو ڈرتا تھا رحمٰن سے بن دیکھے اور ایسا دل لیے ہوئے آیا جو یادالٰہی کی طرف متوجہ تھا۔ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی سے۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔"

(سورہ ق،34-19)

حقیقی زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے

ایمان لانے والوں نے ، جنھوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے احکام کی پیروی کرتے گزاریں، اپنی فرمانبرداری کے بدلے جو پایا اُس میں اور منکرین ، جنھوں نے اپنی زندگیاں نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگتے اللہ اور روزِ آخرت کو بھلا کر گزاریں، نے اپنے انکار کے بدلے .... جو پایا ظاہر ہے اس میں فرق ہے۔ یہ فرق موت کے ساتھ ہی واضح ہو جاتا ہے۔ جب فرشتے ایمان والوں کی جان آسانی سے نکالتے ہیں جبکہ وہ کافروں کی جان انتہائی دردناک طریقے سے نکالتے ہیں۔ فرشتے مومنوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں اور آرام سے اُن کی روح کو بدن سے نکال دیتے ہیں۔ تمام ایمان والے موت کو ابدی زندگی کا دروازہ (موت) سمجھ کر اس کا سامنا کرتے ہیں، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں اس کیلئے تیاری کی ہوتی ہے یہ جانتے ہوئے کہ موت اٹل ہے۔

دوسری طرف منکرین موت سے افسوس اور صدمے کی حالت میں دوچار ہوتے ہیں، وہ ساری زندگی اس سے بچنے کی تگ و دو میں رہتے ہیں، وہ اس کی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوزخ کے پہرہ داران تک پہنچ جاتے ہیں، اُن کے چہروں اور پیٹھ پر ضربیں لگاتے، سختی سے روح اُن کے بدنوں سے نکالتے ہیں جس سے انہیں شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر اُنہیں شرمناک اور جلا دینے والے عذاب میں بھیج دیتے ہیں۔

"اور (اے مخاطب!) اگر تو دیکھے جب جان نکالتے ہیں کافروں کی فرشتے (اور) مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر اور (کہتے ہیں اب) چکھو آگ کا عذاب۔"

(سورۃ الانفال: 51)

مومنوں نے اس دن کی اپنی پوری زندگی میں تیاری کر رکھی ہوتی ہے اور اللہ سے دعا کرتے رہے ہوتے ہیں کہ وہ انہیں رسوا نہ کرے، جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیت بتاتی ہے:

"اے ہمارے رب! عطا فرما ہمیں جو وعدہ کیا تو نے ہمارے ساتھ اپنے رسولوں کے ذریعے اور نہ رُسوا کر ہمیں قیامت کے دن بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

(سورہ ال عمران،194)

روز قیامت کے واقعات ایمان والوں کے دلوں میں اللہ کے خوف کو مزید تقویت بخشیں گے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ انہیں اس سخت دن کی برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔

روز قیامت ایمان والوں کا حال (ان کی جسمانی حالت):

"جس روز آپ دیکھیں گے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کہ ضوفشانی کر رہا ہوگا ان کا نور ان کے آگے بھی اور ان کی دائیں جانب بھی۔ (مؤمنو!) تمہیں مژدہ ہو آج ان باغوں کا بہہ رہی ہیں جن کے نیچے نہریں تم ہمیشہ وہاں رہو گے۔ یہی وہ عظیم الشان کامیابی ہے۔" (سورۃ الحدید،12)

ایمان والوں کو اس روز کے خوف سے پناہ حاصل ہوگی اور اُن کے چہرے خوشی اور ملنے والے اجر کے یقین سے چمک رہے ہوں گے۔ وہ "مسکرا اور خوشی سے جوم" رہے ہوں گے (سورہ عباسہ،39)۔ قرآن پاک مومنوں اور کافروں کے چہروں کے تاثرات میں فرق کو یوں بیان کرتا ہے:

"ان کے لیے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور نہ چھائے گا ان کے چہروں پر (رسوائی کا) غبار اور نہ ذلت (کا اثر ہوگا) یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں

گے۔ اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کی سزا اس جیسی ہو گی۔
اور چھا رہی ہو گی اُن پر ذلت۔ نہیں ہو گا ان کے لیے اللہ کے عذاب
سے کوئی بچانے والا۔ گویا ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے
کالی رات کے کسی ٹکڑے سے وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں
گے۔" (سورہ یونس، 26-27)

منکرین اس روز ایمان والوں سے کچھ روشنی پانے کیلئے منتیں کریں گے حالانکہ وہ زندگی میں اُنہی سے لڑتے رہے تھے۔ یہ روشنی دراصل نور، پناہ اور خوشی کی مظہر ہے۔ یہ نور اُن لوگوں کے چہروں پر نظر آ رہا ہو گا جنہیں جنت ملے گی اور ایمان نہ لانے والے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے، خواہ وہ تھوڑا چاہیں یا زیادہ۔ چونکہ اس نور کا سبب زمین پر کیے جانے والے نیک اعمال ہوں گے اور منکرین کے پاس ایسے اعمال موجود نہیں ہوں گے اس لیے اُن کا اس سے کوئی واسطہ نہ ہو گا۔ اسی وجہ سے، انہیں کہا جائے گا کہ واپس جا کر زمین پر اسے تلاش کریں۔ قرآن پاک بتاتا ہے:

"اس روز کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے
(اے نیک بختو!) ذرا ہمارا بھی انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کر لیں
تمہارے نور سے۔ (انہیں) کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور
(وہاں) نور تلاش کرو۔ پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے اور اہل
ایمان کے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہو گا۔ اس کے
باطن میں رحمت اور اس کے ظاہر کی جانب عذاب ہو گا۔"
(سورۃ الحدید، 13)

ایمان لانے والوں کو دنیا کی زندگی میں اللہ کی خوشنودی کیلئے سرگرداں رہنے کا اجر ملے گا اور وہ اس سے مطمئن ہوں گے (سورۃ الغاشیہ، 9)۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کوششوں کا اجر بے حد سخاوت سے دے گا۔ ایمان والے ایسے ہی اجر کے منتظر اور اسی کی توقع کر رہے ہوں گے اور وہ خوش ہوں گے اور کہیں گے "...... ساری تعریفیں اس اللہ (کریم) کے لیے جس نے پورا فرما دیا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنا دیا ہمیں اس

(پاک) زمین کا۔ اب ہم ٹھہریں گے جنت میں جہاں چاہیں گے۔ پس کتنا عمدہ اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا۔"

(سورۃ الزمر،74)

ایمان لانے والوں کا اجر:

"آراستہ کردی گئی ہے کافروں کے لیے دنیا کی (فانی) زندگی اور مذاق اڑاتے ہیں یہ ایمان والوں کا، حالانکہ پرہیزگاروں کی شان بلند ہوگی ان سے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ روزی تو جسے چاہے بے حساب دے دیتا ہے۔" (سورۃ البقرہ،212)

جیسا کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مومنین، جنہوں نے اللہ کو دیکھے بغیر اپنے خالق کے امکانات کی پیروی کی، جو اس کے غضب سے ڈرتے ہوئے جزا کا انتظار کرتے رہے وہ اللہ کی پناہ میں ہوں گے۔ ایک اور آیت ایمان والوں کو اس روز پناہ میں ہونے کی خوش خبری دیتی ہے درج ذیل ہے:

"اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے (اس روز) ان کا نور ایمان دوڑتا ہوگا اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب۔ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! مکمل فرمادے ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش دے ہمیں۔ بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

(سورۃ التحریم،8)

اس روز جب منکرین پہلے کبھی نہ دیکھے خوف و ہراس میں مبتلا ہوں گے، ایمان والوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہ اس اجر کے ملنے کی خوشی اور لطف محسوس کر رہے ہوں جس کا اللہ نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے، انہیں اُن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ پرسکون انداز میں جنت میں جانے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اللہ پاک اُن کے نیک اعمال کے بدلے میں اُن کی موت کے عمل کو آسان بنا کر اور انہیں آخرت کے روز پناہ

دیکر دائمی اجر عطا کرے گا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ ایمان والوں کو اپنی خاص رحمت اور نعمتوں سے نوازتا ہے:

"آپ فرمایئے، کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اُس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے، آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف اُنہیں کے لیے ہیں قیامت کے روز۔ یونہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو اُن لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں۔" (سورۃ الاعراف، 32)

اعمال ناموں کی جانچ پڑتال مکمل ہونے اور دوزخ کی آگ دکھائے جانے کے بعد ایمان والوں کو جنت کی طرف بھیج دیا جائے گا:

"اور لے جایا جائے گا انہیں جو ڈرتے رہے تھے (عمر بھر) اپنے رب سے جنت کی طرف گروہ در گروہ۔ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور جنت کے دروازے پہلے ہی کھول دیئے گئے ہوں گے تو کہیں گے انہیں جنت کے محافظ تم پر سلام ہو تم خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

(سورۃ الزمر، 73)

قرآن پاک اس اجر کی تفصیلات بیان کرتا ہے جو مومنوں کو آخرت کی ابدی زندگی میں ملے گا۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہے:

"بے شک پرہیزگار (اس روز) باغوں میں ہوں گے۔ شاد و مسرور ان نعمتوں پر جو انہیں ان کے رب نے دی ہوں گی اور بچا لیا اُنہیں ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے (حکم ملے گا) کھاؤ پیو اور خوب مزے لے لے کر ان (نیکیوں) کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بچھے ہوئے پلنگوں پر اور ہم انہیں بیاہ دیں گے گوری گوری آہو چشموں سے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور

ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے عملوں (کی جزاء) میں ذرہ بھر۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہوگا اور ہم مسلسل دیتے رہیں گے انہیں (ایسے) میوے اور گوشت جو وہ پسند کریں گے۔ وہ چھینا جھپٹی کریں گے وہاں جام شراب پر (لیکن) اس میں نہ کوئی لغویت ہوگی اور نہ گناہ۔ اور (خدمت بجالانے کے لیے) چکر لگاتے ہوں گے ان کے گرد ان کے غلام (اپنے حسن کے باعث) یوں معلوم ہوں گے گویا وہ چھپے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے کہیں گے ہم بھی اس سے پہلے اپنے اہل خانہ میں (اپنے انجام کے بارے میں) سہمے رہتے تھے۔ سو بڑا احسان فرمایا ہے اللہ نے ہم پر اور بچالیا ہے ہمیں گرم لو کے عذاب سے۔ بے شک ہم پہلے بھی (دنیا میں) اس سے دُعا کیا کرتے تھے، یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ الطور،28-17)

دونوں گروہوں کا حساب:

منکرین، جنہوں نے اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار نہیں کیا اور یا تو اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتے رہے اور یا پھر اپنے معاشروں کی فرسودہ روایات یا اعتقادات پر عمل پیرا رہے، اُن کا حساب یقیناً بے حد سخت ہوگا۔ اُس روز، اُن کے لیے کوئی رحم یا رعایت نہ ہوگی اور کوئی طاقت اُن کے عذاب کو ختم نہیں کر سکے گی۔ ان کے اس عذاب کی اہم ترین وجہ یہ ہوگی کہ اُنہوں نے اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال نہیں رکھا حالانکہ اُن کے پاس خبردار کرنے والے بھیجے گئے تھے اور اُن کا عذاب اس لیے بھی ہوگا کہ اگر اُنہیں دوبارہ بھی زمین پر بھیج دیا جاتا تو بھی وہ ان حدود کا خیال نہ رکھتے۔ یہ سچائی درج ذیل آیت میں بیان کی گئی ہے:

"اور اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر تو کہیں
گے اے کاش! (کسی طرح) ہم لوٹا دیئے جائیں تو (پھر) نہیں
جھٹلائیں گے اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہم ہو جائیں گے
ایمانداروں سے۔ بلکہ عیاں ہو گیا ان پر جسے چھپایا کرتے تھے پہلے
اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے اُن کی خواہش ہے) تو پھر بھی
وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔"
(سورۃ الانعام، 28-27)

جب وہ اپنے اعمال کا حساب دے رہے ہوں گے دہکتا ہوا جہنم ان کا منتظر ہوگا۔
انہیں دنیا میں اُن کے اعمال کے بدلے جہنم میں بھیجا جائے گا۔

"اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال
اُدھیڑ لی جائے گی اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت
قریب کر دی جائے گی۔ (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا
لے کر آیا ہے۔" (سورۃ التکویر، 14-10)

کچھ دوسری آیات بتاتی ہیں کہ مومنوں کا حساب آسان ہوگا:

"اے انسان! تو محنت سے کوشاں رہتا ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے
تک پس تیری اس سے ملاقات ہو کر رہتی ہے۔ پس جس کو دیا گیا اس کا
نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں تو اس سے حساب آسانی سے لیا جائے گا
اور واپس لوٹے گا اپنے گھر والوں کی طرف شاداں وفرحاں۔"
(سورۃ الانشقاق، 9-6)

مومنین، جنہوں نے اس مالک کائنات کے حکم کے مطابق زندگی گزاری ہوگی، جس
نے انہیں تخلیق کیا اور انہیں سیدھا راستہ دکھایا، اُن کے گناہ اللہ پاک جو سب سے مہربان اور
رحم والا ہے بخش دے گا کیونکہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ گناہوں کو بخش دے گا اور اچھائی کرنے
والوں اور اس پر یقین رکھنے والوں کے گناہ اچھائی سے بدل دے گا۔ اس روز، مالک کائنات
، ایمان والوں سے مخاطب ہوگا، جو پہلے ہی وعدہ کے مطابق اجر پا چکے ہوں گے:

"اے نفس مطمئن، واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو
اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (
خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔"

(سورۃ الفجر، 27-30)

اس طرح ایمان لانے والے اللہ کی رحمت اور مہربانی سے جہنم کی ہمیشہ بھڑکنے والی آگ سے بچ جائیں گے اور لاتعداد نعمتوں سے بھری جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں داخلے کا پروانہ ملنے پر اُن کے جواب کو قرآن پاک یوں واضح کرتا ہے:

"اور وہ (خوش بخت) کہیں گے ساری تعریفیں اس اللہ (کریم) کے
لیے ہیں جس نے پورا فرمایا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنا دیا
ہمیں اس (پاک) زمین کا۔ اب ہم ٹھہریں گے جنت میں جہاں
چاہیں گے۔ پس کتنا عمدہ اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا۔"

(سورۃ الزمر، 74)

روزِ حساب منکرین کا حال (ان کی جسمانی حالت):

روز حساب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا اور از سر نو زندہ کیا جائے گا۔ مومنوں کے چہرے ایمان کی روشنی اور خوبصورتی سے جگمگا رہے ہوں گے جبکہ ایمان نہ لانے والوں کے چہرے مکروہ بنا دیے جائیں گے:

"اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی۔ اور قیامت
کے دن بھی ان کا شمار ملعونوں میں ہوگا۔"

(سورۃ القصص، 42)

بہت سی دوسری آیات واضح کرتی ہیں کہ منکرین کے چہرے گرد آلود، تاریک اور بے رونق ہوں گے:

"اور کئی منہ اس دن غبار آلود ہوں گے۔ ان پر کالک لگی ہوگی۔ یہی
وہ کافر (و) فاجر لوگ ہوں گے۔" (سورہ عبس، 40-42)

"اور روز قیامت آپ دیکھیں گے انہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اس حال میں کہ ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔" (سورۃ الزمر، 60)

چہروں کا تاریک کیا جانا ایک خاص، حالت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کی رضا کیلئے زندہ رہے گویا وہ باعزت زندگی کے متلاشی رہے اور وہ لوگ جو اپنی نفسانی خواہشات کے حصول کیلئے سرگرداں رہے انہیں اس کے مطابق اجر ملا۔ چنانچہ ان کے چہروں کی بدصورتی اور ذلت اُن پر مسلط کر دی گئی ہے اور اس طرح انہیں شرمندگی کی حالت میں جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا:

"اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اُس کا رُتبہ ان آیتوں کے باعث لیکن وہ تو جھک گیا پستی کی طرف اور پیروی کرنے لگا اپنی خواہش کی تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر تو حملہ کرے اس پر تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہ حال ہے اُن لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، آپ سنائیں (انہیں) یہ قصہ شاید وہ غور و فکر کرنے لگیں۔"

(سورۃ الاعراف، 176)

"وہ لوگ جنہوں نے خود کو اپنی نفسی خواہشات کے طابع کر لیا، زمین پر اپنی کوتاہیوں کے بدلے میں آخرت کی زندگی میں رُسوا ہوں گے۔ جسمانی بدصورتی کے علاوہ اُنہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑ گا:

"کتنے ہی چہرے اس دن ذلیل و خوار ہوں گے۔"

(سورۃ الغاشیہ، 2)

منکرین جنہوں نے قرآنی آیات میں موجود تنبیہ کے باوجود بھی اُن پر توجہ نہیں دی اور اُن پر عمل نہیں کیا اور خود کو بہتر نہیں بنائیں گے انہیں ایک غیر متوقع وقت پر ذلت اور بے یار و مددگار حالت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ اسی سزا کے حق دار ہوں گے اور اس روز ان کی حالت بہت کٹھن ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا کیونکہ وہی پوری کائنات کا مالک

ہے۔قرآنی آیات کہتی ہیں:

''اور ہم اُٹھائیں گے اُنہیں قیامت کے روز منہ کے بل اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہونگے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب بھی سرد ہونے لگے گی (جہنم کی آگ) تو ہم ان کے لیے اس کی آنچ کو بڑھا دینگے۔'' (سورہ بنی اسرائیل، 97)

''وہ کہے گا، اے میرے رب! کیوں اُٹھایا ہے تو نے مجھے نابینا کر کے میں تو (پہلے بالکل) نابینا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا۔''

(سورہ طٰحٰہ، 125-126)

قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ منکرین کے چہرے ذلت اور رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے:

''(خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی۔ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ پراگندہ ٹڈیاں ہوں۔'' (سورۃ القمر، 7)

ان کے آنکھوں کے تاثرات اور اُن کی خوف کے مارے ہونیوالی حالت اس روز اُن پر مسلط کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو یوں بیان فرماتا ہے:

''جس روز پھونکا جائے گا صور میں اور ہم جمع کریں گے مجرموں کو اس دن اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔''

(سورہ طٰحٰہ، 102)

''قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے پیغمبروں اور اس کی آیات کو جھٹلایا کرتے تھے اُن کی ناک داغی گئی ہوگی:

''ہم بہت جلد اس کی تھوتھنی پر داغ لگائیں گے۔''

(سورۃ القیٰمۃ، 16)

اُن کی ناک کو ''تھوتھنی'' قرار دینا بھی ایک شرمناک حوالہ ہے اور ناک کا داغا جانا

اُن کی آخرت میں رسوائی اور بدصورتی ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ جبکہ ایمان لانے والے آخرت میں آرام دہ حالت میں رہیں گے۔ منکرین ابدی ذلت پر مبنی زندگی کا آغاز کریں گے۔ قرآن پاک اس سب کو یوں بیان فرماتا ہے:

"کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور سب اپنے رب (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کئی چہرے اس دن اُداس ہوں گے۔ خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہو گا۔" (سورۃ القیٰمۃ، 22-25)

اس وقت چھپنے یا بھاگ نکلنے کا کوئی موقع نہیں ہوگا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ایمان نہ لانے والے، جو کہ اپنی ظاہری حالت سے واضح طور پر پہچانے جائیں گے، اُن کے ہاتھ پیر جکڑ دیئے جائیں گے اور انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

"پہچان لئے جائیں گے مجرم اپنے چہروں سے تو انہیں پکڑ لیا جائے گا پیشانی کے بالوں سے اور ٹانگوں سے۔"

(سورۃ الرحمٰن، 41)

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین کی حالت یوں بیان فرمائی:

"انس ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ! منکرین کو روز قیامت چہروں کے بل (رینگتے ہوئے) کیسے جمع کیا جائے گا؟ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،" وہ جو انہیں پیروں کے بل چلانے پر قادر ہے وہی قیامت کے روز انہیں چہرے کے بل چلانے کی قوت بھی رکھتا ہے۔"

(صحیح مسلم)

منکرین کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی:

منکرین اپنے اعمال نامے انتہائی حیرت اور افسوس کی حالت میں وصول کریں

گے۔ اُن کے منہ سے نکلنے والے الفاظ "کاش اگر!" اور "ہم برباد ہو گئے!" ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنے دردناک انجام سے واقف ہوں گے۔ اب التجاؤں یا شکایتوں کا وقت نہیں ہو گا جیسا کہ انہیں اس آیت میں بتایا گیا ہے: "جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو (بصد یاس) کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول اللہ اکرم کی (سورۃ الاحزاب، 66)۔ اللہ پاک اُن کی التجاؤں، چیخ وپکار، رونے اور مدد کیلئے پکارنے کا ان الفاظ میں جواب دے گا:

"اور (انہیں) کہہ دیا گیا، آج ہم تمہیں فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے فراموش کئے رکھا اپنے اس دن کی ملاقات کو......"

(سورۃ الجاثیہ، 34)

اس سب کے بعد بھی، وہ اللہ سے مطالبات کرنا جاری رکھیں گے: کہ وہ انہیں ناوجودی کی حالت میں واپس بھیج دے، انہیں عذاب سے چھٹکارے کیلئے اپنا سب کچھ فدیہ کے طور پر دینے کی اجازت دیدے، اور یا پھر انہیں بد اعمال کی درستگی کیلئے واپس زمین پر جانے دے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

"اور کاش! تم دیکھو جب مجرم اپنے سر جھکائے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش ہونگے (کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم نے (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا اور (کانوں سے) سن لیا پس (ایک بار) بھیج ہمیں (دنیا میں) اب ہم نیک عمل کرینگے۔"

(سورۃ السجدہ، 12)

وہ خود کو دردناک عذاب سے بچانے کیلئے التجا کریں گے مگر اللہ فرماتا ہے کہ وہ کبھی اپنے پرانے طریقے نہیں بدلیں گے اور یہ کہ اب اُن کے پاس خود کو بچانے کیلئے کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ منکرین نے بدترین گناہ: اُس اللہ سے بغاوت کر کے کیا جس نے انہیں پیدا کیا اور زندہ رکھا۔ چنانچہ انہیں اپنا دفاع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

"تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں نہ وہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ وہ کچھ عذر پیش

کریں۔تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔"

(سورۃ المرسلٰت،34-37)

اُن کے اعمال کی وجہ سے اللہ پاک اُن سے بات کرے گا، انہیں پناہ دے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا:

"بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور خرید لیتے ہیں اس کے بدلے حقیر سا معاوضہ۔ سو وہ نہیں کھا رہے اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور بات تک نہ کریگا ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اور نہ (ان کے گناہ بخش کر) انہیں پاک کریگا، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

(سورۃ البقرہ،174)

"بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت، یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لیے آخرت میں اور بات تک نہ کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ اور دیکھے گا بھی نہیں ان کی طرف قیامت کے روز اور نہ پاک کرے گا انہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

(سورۃ ال عمران،77)

"جواب ملے گا، پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اس میں اور مت بولو میرے ساتھ۔"

(سورۃ المومنون،108)

انسانوں کے غصے کا منکرین کیلئے اللہ کے غضب سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ انسان غصے میں کتنا ہی خوفناک کیوں نہ ہو جائے اس کا غصہ محدود ہوتا ہے جبکہ اللہ کا غضب ہمارے تصور سے باہر ہے۔اس کا غضب ایک ناقابل یقین دردناک عذاب کی صورت میں نازل ہوگا جو ہمارے تصور کی حدود سے کہیں زیادہ ہے۔

وہ خوف میں مبتلا ہوں گے:

منکرین کے ابدی خوف اور گھبراہٹ کا آغاز اس وقت ہو گا جب موت کے فرشتے اُن کی جان نکالیں گے۔ اُن میں سے کوئی بھی اس حقیقت سے بچ نہیں سکتا کیونکہ یہ اُن کا آخری انجام ہے اور موت کے بعد وہ ہمیشہ کی زندگی کے راستے پر گامزن ہو جائیں گے۔ اس لمحے ایک ناقابل بیان خوف ان کو مکمل طور پر گرفت میں لے لیگا اور وہ جان لیں گے کہ وہ سزا شروع ہو گئی ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

> ''کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں اور فرشتے بڑھا رہے ہوں (ان کی طرف) اپنے ہاتھ (اور انہیں کہیں کہ) نکالو اپنی جانوں کو۔ آج تمہیں دیا جائے گا ذلت کا عذاب اس وجہ سے کہ تم بہتان لگاتے تھے اللہ تعالیٰ پر ناحق اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے۔''

موت کے بعد تمام دنیاوی دولت چھوٹ چکی ہوگی مگر اس وقت وہ دولت والے بھی بیکار اور بے معنی ہو گی اور انہیں پتہ چلے گا کہ اُن تمام خزانے اور وہ لوگ جنہیں وہ اپنا شمار کرتے رہے اس وقت اُن کی مدد نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ آیت قرآنی کہتی ہے کہ وہ بالکل تنہا ہوں گے:

> ''اور بے شک آ گئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے، جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ اور تم چھوڑ آئے ہو جو ہم نے عطا فرمایا تھا تمہیں اپنے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ ان سفارشیوں کو جن کے متعلق تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں، بے شک ٹوٹ گئے تمہارے رشتے اور کھو گئے تم سے جو تم دعوے کیا کرتے تھے۔'' (سورۃ الانعام، 94)

''وہ ایسا محسوس کریں گے جیسے کہ اُن کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوں وہ اپنے

جسم کو مرضی کے مطابق حرکت دینے یا بچانے کے قابل نہیں ہوں گے حالانکہ زندگی میں وہ اسی جسم کو بے حد عزیز رکھتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق جیسے چاہیں کنٹرول کر سکتے ہیں۔ مگر حقیقتاً وہ اپنی مرضی کے مطابق کچھ نہیں کر سکیں گے۔ آیات قرآنی واضح کرتی ہیں کہ انہیں اللہ کے سامنے سر جھکانے کی دعوت دی جائے گی مگر وہ ایسا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے:

"جس روز پردہ اُٹھایا جائے گا ایک ساق سے تو ان (نابکاروں) کو سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو اس وقت وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ندامت سے جھکی ہوں گی ان کی آنکھیں ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔ حالانکہ انہیں (دنیا میں) بلایا جاتا تھا سجدہ کی طرف جبکہ وہ صحیح سلامت تھے۔" (سورۃ القلم، 42-43)

اللہ ہر شے کا مالک ہے اور ہر چیز اس کے حکم سے ہوتی ہے۔ منکرین کو اللہ کے سامنے سر جھکانے کیلئے اس لئے کہا جائے گا کہ وہ زندگی میں ایسا نہ کرنے کی وجہ سے شرمندگی اور تکلیف محسوس کریں۔ یہ لوگ جو اللہ کے سامنے سر جھکانے کو بیکار (نعوذ باللہ) سمجھتے تھے اب اُن کی یہ حالت ہو گی کہ وہ چاہ کر بھی اللہ کو سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اُنہیں قابو میں کر کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی اور جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

اُن کا ندامت محسوس کرنا:

"بے شک خسارہ میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو۔ یہاں تک کہ جب آ گئی ان پر قیامت اچانک، بولے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں اور وہ اُٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر، ارے کتنا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔" (سورۃ الانعام، 31)

لوگوں کو اکثر ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر اس وقت جب وہ اپنی غلطی کو سدھار سکتے ہیں اُن کا غرور انہیں ایسا کرنے سے روکے رکھتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا علم

سب سے بہتر ہے لہٰذا وہ ہر مشورے کو مسترد کر دیتے ہیں۔ لیکن اس روز انہیں رویئوں پر ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ گڑگڑائیں گے کہ انہیں اپنی غلطیاں سدھارنے کیلئے واپس زمین پر بھیج دیا جائے مگر انہیں اس کی اجازت نہیں ملے گی۔ وہ جان لیں گے کہ دولت، اولاد، ساتھی، روایات، نظریات اور وہ دوسری تمام چیزیں جو وہ جمع کرتے رہے اور اُن کی حفاظت کرتے رہے، کسی کام کی نہیں۔ اور صرف اُنہی اعمال کی حقیقی اہمیت ہے جو اللہ کی خوشنودی کیلئے کیے گئے۔ مگر اس حقیقت کا ادراک بھی اس وقت اُن کے کام نہیں آئے گا۔

کچھ منکرین ندامت کو اپنے غرور کی وجہ سے چھپانے کی کوشش کریں گے، جیسا کہ درج ذیل آیت مبارکہ بتاتی ہے:

''اور اگر ہر ظالم شخص کے لیے روئے زمین کی دولت ہو تو بھی وہ ساری دولت بطور فدیہ دیدے۔ اور وہ ظالم دل ہی دل میں پچھتانے لگے، جب دیکھا انہوں نے عذاب کو اور فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف سے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

(سورہ یونس،54)

حالانکہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو جانتے ہوں گے پھر بھی اپنی شرمندگی کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ درحقیقت اُنہیں وہی جزا ملے گی جس کے وہ حقدار ہیں، اللہ کے اوصاف کا یہی تقاضا ہے۔ اللہ پاک اس روز ایمان والوں اور منکرین کو الگ الگ کر دیگا۔ منکرین کو روز حساب جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑیگا وہ دراصل شیطان کے راستے کو اللہ کی بتائی راہ پر ترجیح دینے کی وجہ سے ہوگی اور وہ حقیقتاً اس کے مستحق ہوں گے:

''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کو منہ کے بل اوندھا پھینک دیا جائے گا آگ میں (اے بدکارو!) کیا تمہیں بدلہ ملے گا بجز اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (سورۃ النمل،90)

بہت سی چیزیں مل کر اُن کی ندامت کا باعث بنیں گی۔ مثال کے طور پر، اللہ کے عذاب کا سامنا، تن تنہا ہونا، اپنی کھال کو اپنے ہی خلاف گواہی دیتے دیکھنا، اُن کا کریہہ الشکل بنایا جانا، ابدی عذاب کا خوف محسوس کرنا، دوزخ کا نظارہ کرنا اور یہ سمجھ جانا کہ

دردناک انجام اُن کا منتظر ہے، یہ دیکھنا کہ وہ جن جھوٹے نظریات پر اندھا دھند اعتقاد کرتے رہے اور بھروسہ کرتے رہے اچانک غائب ہو گئے ہیں، اور یہ کہ شیطان جس کے راستے پر وہ مستقل چلتے رہے اس نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ قرآن پاک بتاتا ہے کہ شیطان اس روز اپنی پیروی کرنے والوں سے کیا کہے گا:

> ''اور شیطان کہے گا جب (سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکے گا) کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ اور نہیں تھا میرا تم پر کچھ زور مگر یہ کہ میں نے تم کو (کفر) کی دعوت دی اور تم نے (فوراً) قبول کر لی میری دعوت۔ سو تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ میں انکار کرتا ہوں اس امر سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔ بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

(سورہ ابراہیم، 22)

مومنین، منکرین کی، نا امیدی کی صورتحال کو دیکھیں گے، جبکہ منکرین اپنی آنکھوں کے کونوں سے ایمان والوں کی تعظیم کریں گے کیونکہ اُن کے سر شرم اور ندامت سے جھک گئے ہوں گے۔ اس حقیقت کو ایک آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

> ''اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ پیش کیے جا رہے ہوں گے دوزخ پر اس حال میں کہ عاجز و درماندہ ہوں گے ذلت کے باعث دیکھتے ہوں گے کنکھیوں سے چوری چوری اور کہیں گے اہل ایمان کہ حقیقی گھاٹے میں وہی لوگ ہیں جنھوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے روز۔ سن لو! ظالم لوگ ضرور ابدی عذاب میں ہوں گے۔'' (سورۃ الشوریٰ، 45)

آخرت کی شرمندگی زمین کی کسی چیز کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اس

ندامت سے بچاؤ یا واپسی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ منکرین کی ناقابل بیان اور ناقابل مثال شکست کی آخری حد ہوگی جس کا بوجھ انہیں اٹھانا ہوگا۔ یہ شکستہ حالی اور ندامت اُن کے اللہ کو نہ ماننے کا نتیجہ ہوگی جس نے نہ صرف انہیں پیدا کیا بلکہ زمین پر موجود ہر نعمت بھی ان کیلئے مہیا کی۔ اللہ کی حاکمیت سے انکار کے اس راستے نے ہی آخرت میں اُن کے حتمی ٹھکانے "جہنم" کی راہ ہموار کی۔ وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کا ایسا غم، تکلیف اور دکھ محسوس کریں گے جس کے بارے میں انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ اللہ کا عذاب پوری قوت سے انہیں آلیگا۔

وہ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے:

"وہ کہیں گے اس حال میں کہ وہ دوزخ میں باہم جھگڑ رہے ہونگے۔ خدا کی قسم! ہم کھلی گمراہی میں گرفتار تھے جب ہم تمہیں رب العلمین کے برابر بنائے ہوئے تھے۔ اور نہیں گمراہ کیا ہمیں مگر (ان نامی) مجرموں نے۔ تو (آج) نہیں ہے ہمارا کوئی سفارشی اور نہ کوئی غم خوار دوست۔ پس اگر ہمارے اختیار میں ہوتا (دنیا میں) واپس جانا تو ہم اہل ایمان سے ہوتے۔ بیشک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے۔" (سورۃ الشعراء، 96-103)

ایمان نہ لانے والے روز حساب عذاب سے گذریں گے۔ وہ اپنی حالت پر انتہائی غصے میں ہوں گے اور اُن لوگوں سے انتہائی ناراض ہونگے جنہوں نے انہیں اللہ کے راستے سے دور رکھا۔ اُن کی اہم ترین خواہشات جیسے کہ دولت اور مقام و مرتبہ اپنے معنی و اہمیت کھو چکی ہوں گی۔ وہ اپنے راہنماؤں پر انتہائی غصہ ہوں گے جنہوں نے انہیں اللہ کے راستے سے دور رکھا اور خود بھی اُن سے فاصلہ قائم کئے رہے۔ اللہ کے راستے سے دور رکھنے والوں اور اُن کی پیروی کرنیوالوں کے درمیان جھگڑے کو یوں بیان کیا گیا ہے:۔

"(خیال کرو) جب بیزار ہو جائیں گے وہ جن کی تابعداری کی گئی

ان سے جو تابعداری کرتے رہے اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور ٹوٹ جائیں گے ان کے تعلقات اور کہیں گے تابعداری کرنے والے کاش! ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دُنیا میں) تو ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے وہ (آج) بیزار ہو گئے ہیں ہم سے۔ یونہی دکھائے گا انہیں اللہ تعالیٰ ان کے (برے) اعمال کہ باعث پریشانی ہوں گے ان کیلئے اور وہ (کسی صورت میں) نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے۔" (سورۃ البقرہ، 166)

"جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائینگے تو (بصد یاس) کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول اکرم کی۔ اور عرض کرینگے اے ہمارے رب! ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑے لوگوں کی پس ان (ظالموں نے) ہمیں بہکا دیا سیدھی راہ سے۔ اے ہمارے رب! ان کو دو گنا عذاب دے اور لعنت بھیج ان پر بہت بڑی لعنت۔" (سورۃ الاحزاب، 66-68)

اللہ پاک اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایسے راہنما، عام لوگوں کو ایمان سے دور کرنے کا ایک سبب ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں اللہ کی بتائی صفات کی بجائے لوگوں کی مقرر کردہ صفات کی بنیاد پر برتر و اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے، اُن کو اپنے پیروکاروں پر گہرا اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ ان نام نہاد راہنماؤں کے چنگل میں پھنس جانے والے لوگ دنیا کی وقتی اہمیت کی حامل ضرورتوں کیلئے زندہ رہتے ہیں اور یوں اپنی زندگی ضائع کرتے رہتے ہیں۔ تاہم زمین پر اپنی غلطیوں کو پہچانے بغیر وہ اللہ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں اور اپنی لالچ کے ماتحت رہتے ہیں۔ اس روز جب اُن کی غلطیاں سامنے آ جائیں گی تو وہ ایک دوسرے پر الزام تھونپا شروع کر دیں گے۔ اُن کے الزامات کے باوجود دونوں گروہوں (یعنی راہنما اور اُن کے پیروکاروں) میں سے کوئی بھی جہنم سے نہیں بچ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ ایسے راہنماؤں کی اس انداز میں وضاحت فرماتا ہے:

"اور ہم نے بنایا تھا انہیں ایسے پیشوا جو بلا رہے تھے (اپنی رعایا کو) آگ کی طرف۔ اور روز حشر ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی۔"

(سورۃ القصص، 42-41)

"وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا روز قیامت اور لا ڈالے گا انہیں آتش (جہنم) میں۔ بہت بری داخل ہونے کی جگہ ہے جہاں اُنہیں داخل کیا جائے گا۔" (سورہ ھود، 98)

منکرین کی خواہش ہوگی کہ اُن کے اور اُن راہنماؤں کے درمیان مشرق و مغرب کا سا فاصلہ ہو جن کی وہ دنیا میں پیروی کرتے رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ:

"اور جو شخص (دانستہ) اندھا بنتا ہے رحمٰن کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان۔ پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے اور شیاطین روکتے ہیں ان (اندھوں) کو راہ ہدایت سے اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (اندھا) ہمارے پاس آئے گا تو (آنکھیں کھل جائیں گی) کہے گا کاش! میرے درمیان اور (اے شیطان) تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دُوری ہوتی۔ تُو تو بہت برا ساتھی ہے اور یہ (شور وفغاں) تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا آج جبکہ تم (دنیا میں) ظلم کرتے رہے۔ تم (سب) اس عذاب میں حصہ دار ہو۔"

(سورۃ الزخرف، 39-36)

لوگ کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں جاننا ہی نہیں چاہیں گے جن سے وہ زندگی میں پیار کرتے رہے، جن پر بھروسہ کرتے رہے یا بے انتہا مضبوط بندھن میں بندھے رہے۔ وہ دوسروں کو پہچاننے سے انکار کر دیں گے اور باقیوں کو برا بھلا کہیں گے۔ قرآن فرماتا ہے:

"اور ابراہیم نے کہا تم نے بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی

محبت (و پیار) کا ذریعہ اس دنیوی زندگی میں پھر قیامت کے دن تم
انکار کرو گے ایک دوسرے کا اور پھٹکار بھیجو گے ایک دوسرے پر اور
تمہارا ٹھکانا آتش (جہنم) ہوگا اور نہیں ہوگا تمہارا کوئی مددگار۔"
(سورۃ العنکبوت، 25)

قرآن پاک اُن کے اندھا دھند پیروی کرنے کے بارے میں تاثرات کو یوں
بیان فرماتا ہے:

"جہنم میں جھونک دو ہر کافر سرکش کو۔ جو نیکی سے روکنے والا تھا نیکی
سے، حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا تھا، جس نے بنا رکھے تھے
اللہ کے ساتھ کئی اور خدا پس جھونک دو اس (بدبخت) کو عذاب شدید
میں۔ اس کا ساتھی (شیطان) بولے گا اے ہمارے پروردگار! میں
نے تو اسے سرکش نہیں بنایا تھا وہ خود ہی گمراہی میں دُور تک چلا گیا
تھا۔ (اللہ) فرمائے گا مت جھگڑو میرے رُوبرو میں تو پہلے ہی تم کو
وعید سنا چکا ہوں ۔ میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں اپنے
بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔"

(سورہ ق، 29-23)

وہ لوگ جو ایمان والوں کے سیدھے راستے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے
اُس روز مومنوں کو اپنے ساتھ نہ دیکھ کر حیران ہوں گے، جیسا کہ ذیل میں فرمایا گیا ہے:

"اور کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہمیں نظر نہیں آرہے (یہاں) وہ لوگ
جنہیں ہم شمار کرتے تھے برے لوگوں میں ہم جن کا تمسخر اُڑایا کرتے
تھے یا پھر گئی ہیں ان کی طرف سے ہماری آنکھیں۔ یقیناً یہ سچ ہے،
دوزخی آپس میں جھگڑیں گے۔" (سورہ ص، 64-62)

جب وہ زندہ تھے تو ایک دوسرے سے اُن کے جھگڑے کبھی ختم نہ ہوئے،
درحقیقت اُنہوں نے خود ہی اپنی زندگیاں تاریک کر لیں۔ حقیقت میں وہ اچھی طرح
جانتے ہوں گے کہ انہوں نے ایک دوسرے پر کیا ظالم کیا ہے۔ انہیں اپنے پسندیدہ ماحول

میں یا اپنے قریبی لوگوں کے درمیان بھی چین نہیں ملے گا اس لئے وہ ایک دوسرے کیخلاف بولتے رہیں گے۔ جبکہ ایمان والے یہاں بھی سکون میں رہے اور آخرت میں بھی سکون میں رہیں گے، منکرین ہمیشہ ہی بے سکونی اور عدم اطمینان کا شکار رہے اور رہیں گے۔ انہیں ہر طرف سے تکلیف ملے گی اور ان کی اُن لوگوں سے ہمیشہ جھگڑا جاری رہے گا جنہیں وہ اپنے قریب سمجھتے تھے۔

وہ رُسواء ہوں گے:

ظاہر ہے اللہ سے گستاخی کا انجام ذلت ورسوائی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں اور بغیر کسی پرواہ کے زندگی گزارتے ہیں اُنہیں اس کے بدلے میں بھاری قیمت چکانا ہوگی۔ چونکہ وہ اللہ کی سزا پر یقین ہی نہیں رکھتے اس پر غور نہیں کرتے، وہ شیطان کے غلام بن کر اس کے مکروہ طریقوں پر عمل پیرا رہتے ہیں اور یوں اپنی زندگیوں کو ضائع کر لیتے ہیں۔ زندگی کو ایک امتحان سمجھنے کی بجائے وہ اسے بغیر کسی مقصد کے گزار دیتے ہیں۔ اُن کی ہٹ دھرمی اور گستاخی کئی گناہوں کا سبب بنتی ہے جیسے کہ اللہ سے لڑائی اور اُسے جھٹلانے کے طریقے تلاش کرنا۔ یہ بلاشبہ بہت بڑے گناہ ہیں، ایسے گناہ جو آخرت میں زبردست عذاب اور رسوائی کا سبب بنیں گے۔

ظاہر ہے منکرین غلط راہ پر ہیں۔ انہوں نے کبھی اللہ کی نعمتوں کے بارے میں غور نہیں کیا یا یہ نہیں سوچا کہ ان کے پاس دولت کیسے آئی، اپنے خالق کو یاد کیئے اور اس کا شکر ادا کیے بغیر وہ یہی سمجھتے رہے کہ زندگی کی خوشیوں سے لطف اندوز ہونا اُن کا حق ہے۔ مگر اس گستاخی کا انجام بہت برا ہوگا۔ قرآن کی آیت بتاتی ہے:

> "اور جس روز لا کھڑا کر دیا جائے گا کفار کو آگ کے سامنے (تو انہیں کہا جائے گا) تم نے ختم کر دیا تھا اپنی نعمتوں کا حصہ اپنی دنیوی زندگی میں اور خوب لطف اٹھا لیا تھا تم نے ان سے آج تمہیں رُسوائی کا عذاب دیا جائے گا بوجہ اس گھمنڈ کے جو تم زمین میں ناحق کیا کرتے تھے اور بوجہ تمہاری نافرمانیوں کے۔"

(سورۃ الاحقاف،20)

"وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی محبت اپنی زندگیاں اور کبھی آخرت پر غور نہیں کیا وہ روز حساب اور اس کے بعد ذلیل ورسواء ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سچ کو درج ذیل آیت مبارکہ میں بیان فرماتا ہے:

"کیا پہنچی ہے آپ کو چھا جانے والی آفت کی خبر۔ کتنے ہی چہرے اس دن ذلیل وخوار ہوں گے۔ مشقت میں مبتلا تھکے ماندے۔"

(سورۃ الغاشیہ،3-1)

"اس کے بعد روز قیامت اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور اُن سے پوچھے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے۔ کہیں گے وہ لوگ جنہیں علم عطا کیا گیا، آج کی رسوائی اور بربادی کافروں کیلئے ہے۔"

(سورۃ النحل،27)

"دوگنا کر دیا جائے گا اس کے لیے عذاب روز قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل وخوار ہو کر۔" (سورۃ الفرقان،69)

لوگ جو اللہ کے ساتھ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں روز حساب کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ اس منصوبے سے بے خبر ہیں جو اللہ نے اُن کیلئے سوچ رکھا ہے۔ ایک ایسا منصوبہ جس کا کوئی توڑ نہیں۔ پیغمبران خدا کی دعوت لوگوں کے کچھ گروہوں نے ہی قبول کی۔ ان کی دعوت پر بہت سے لوگوں نے مخالفت کی اور اپنے گناہوں کے بوجھ میں اضافہ کیا۔ آخر میں اللہ زبردست طریقے سے تمام لوگوں کو آخرت کی حقیقت دکھا دے گا۔ اور ایمان نہ لانے والے واضح طور پر اللہ کے وعدوں کی سچائی کو جان لیں گے۔ اُن کی دنیاوی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں اور دنیا پر اُن کا مقررہ وقت ختم ہو جانے والا ہے۔ اس وقت خوشیوں اور خواہشات کی طلب ختم ہو جائے گی اور اصل اہمیت اللہ کے حساب کی حقیقت کی ہوگی۔ وہ لوگ اللہ کے احکامات کے برخلاف جو بد اعمال کرتے رہے انہیں اس کی قیمت چکانی پڑے گی اور اللہ نے اُن کے لیے ہمیشہ کے عذاب اور تکلیف کی جزا تیار کر رکھی ہے۔

دوسری طرف ایمان والوں کی ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی تمام لوگوں کو دکھائی جائے گی جو تمام تر خوبصورتیوں اور رعنائیوں سے بھرپور ہوگی۔

حاصلِ بحث

وقت آخرت اور ہمیشہ باقی رہنے والی اس کے بعد کی زندگی جو لوگوں کی منتظر ہے حقیقتاً یہی سب سے اہم حقیقت ہیں۔ اسی وجہ سے اس کتاب میں دنیاوی زندگی کی ناپائداری پر اتنا زور دیا گیا ہے۔ اس زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں جس کیلئے آپ اپنی ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی کی فکر کو ترجیح دیں...... نہ آپکا کیریئر، نہ شادی، دولت اور نہ ہی جائداد۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ جس کیلئے جیا جائے یا جس کی فکر کی جائے تو وہ ہے اللہ کی رضا۔ اللہ تعالٰی آخرت کی زندگی کا آغاز انتہائی حیرت انگیز طریقے سے کرے گا۔ اس روز موجود ہر شخص جان لیگا کہ دنیا کی اس وقتی زندگی کو ختم ہونا تھا اور ہر شخص کو آخرت کی زندگی کی حقیقت کا واضح طور پر اندازہ ہو جائیگا۔

اس دن کے آنے سے پہلے ہی ہر شخص کو روز حساب کے وقت اور اس کی ہیبت کو یاد) کرنا چاہیے۔ خواہ اُنہوں نے کبھی اس کے بارے میں نہ سوچا ہو۔

اس کتاب کے مندرجات کی اس طریقے سے تزئین وترتیب مرتب کی گئی ہے کہ وہ آپ کو روزانہ کے معمولات اور خواہشات سے وقت نکال کر اپنی زندگی کے حقیقی آگاہی دیتی ہے ظاہر ہے وہ دن لازماً سب کو دیکھنا ہے۔ یہ ایک اہم وارننگ ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو اس دن کو اور اس روز پیش آنیوالے واقعات کو نظر انداز کرتا ہے اسے روزِ حساب کے ناقابل برداشت واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت کی نہ ختم ہونیوالی سختیاں برداشت کرنا پڑیں گی۔

ہم سب کو یقیناً اس دن کا سامنا کرنا ہوگا جس کے بارے میں قرآن پاک نے تفصیلاً وضاحت بیان کی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس روز ہمارا ہر اثاثہ یہاں تک کہ ہمارا جسم

بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ اور پھر ہمیں دوبارہ تخلیق کیا جائے گا۔ ہمیں اللہ کے عطا کردہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ آخرت کی منتظر نعمتوں، خوشیوں اور سکون کو پاسکیں جن کا مقابلہ زمین پر موجود کوئی شے نہیں کرسکتی۔ اس ضمن میں ہمیں جو کرنا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اللہ پر کامل ایمان لائیں اور آخرت کی حقیقت پر اور اُن نعمتوں پر شکر ادا کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کی ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمیں آخرت میں ناقابل مثال ندامت اور پچھتاوے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

> "بے شک خسارہ میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو۔ یہاں تک کہ جب آگئی ان پر قیامت اچانک بولے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر ارے کتنا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔" (سورۃ الانعام، 31)

اسی وجہ سے ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ آخرت کی زندگی ایک حقیقت ہے اور اس کیلئے تیاری کرنی چاہیے۔ اسی صورت میں موجودہ زندگی میں کیے گئے ہمارے اعمال کی کوئی قدر ہوگی اور ہمیں اس کا پورا بدلہ یہاں اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔ اس کا اجر جنت میں ٹھکانا ہوگا جہاں ہمیں ہماری مرضی کی ہر شے میسر ہوگی۔ یاد رکھیے کہ روز حساب ہر شخص کو اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب تنہا دینا ہوگا۔ چنانچہ صحیح اعمال کیجئے اور موت اور اس کے بعد کی حقیقتوں کیلئے تیاری کیجئے کیونکہ وہاں ہمیں وہی سب ملے گا جس کے ہم حقدار ہوں گے۔ یقیناً سب سے بڑا انعام تو اللہ کی رضا ہے:

> "اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے کل کے لیے۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ اور ان (نادانوں) کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے بھلا دیا اللہ تعالیٰ کو، پس اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا۔ یہی نافرمان لوگ ہیں۔" (سورۃ الحشر، 19-18)

نظریہ ارتقاء کی فریب کاریاں

ڈارون ازم یا دوسرے لفظوں میں نظریہ ارتقاء دراصل انسانی تخلیق کی حقیقت کو جھٹلانے کے مقصد سے پیش کیا گیا تھا مگر حقیقتاً یہ ایک ناکام غیر سائنسی بکواس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ نظریہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ زندگی کی ابتدا اتفاق سے ایک بے جان مادے کے ذریعے ہوئی تھی، اب کائنات اور جاندار اشیاء کے واضح "ڈیزائن" کی سائنسی شہادتوں کے بعد ناکام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ سے سائنس نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ اللہ نے یہ کائنات تخلیق کی اور اس پر موجود ہر شے بھی اسی کی پیدا کردہ ہے۔ آج نظریہ ارتقاء کو زندہ رکھنے کیلئے جو پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے وہ دراصل سائنسی حقائق کی توڑ مروڑ، تعصب پر مبنی وضاحتوں اور سائنس کو جھوٹ اور غلط تصورات کا لبادہ اوڑھائے مواد پر مبنی ہے۔

ظاہر ہے یہ پراپیگنڈہ سچ پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ سائنس کی دنیا میں گذشتہ 20 سے 30 سال کے دوران بار بار اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ نظریہ ارتقاء سائنس کی تاریخ کی سب سے بڑی فریب کاری ہے۔ 1980ء کی دھائی کے بعد مرتب کی جانیوالی تحقیق نے خاص طور پر واضح کیا کہ "ڈارون ازم" میں کیے گئے دعوے قطعی بے بنیاد ہیں، یہی حقیقت دوسرے کئی سائنسدانوں نے بھی کہی ہے۔ امریکہ میں خاص طور پر، حیاتیات، کیمیائی حیاتیات اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے "ڈارون ازم" کی ناکامی کو تسلیم کیا ہے اور وہ زندگی کی ابتداء کو عقل پر مبنی ڈیزائن کے نظریہ سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔ یہ "عقل پر مبنی ڈیزائن" دراصل اس حقیقت کا سائنسی اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کو پیدا کیا۔

ہم نے نظریہ ارتقاء کی ناکامی اور اپنے بہت سے کاموں میں کائنات کی تخلیق کے ثبوت سائنسی تفصیلات کے ساتھ پائے ہیں اور پا رہے ہیں۔ اس موضوع کی زبردست اہمیت کے پیش نظر اسے مختصراً یہاں بیان کرنا موثر ہوگا۔

ڈارون ازم کا سائنس کی بنیاد پر ناکام ہونا:

اگرچہ اس نظریے کی بنیادیں اتنی ہی پرانی ہیں جتنی کہ یونان کی تاریخ، تاہم نظریہ ارتقاء کو اُنیسویں صدی میں کافی تقویت ملی۔ اس کے بارے میں سب سے اہم پیش رفت، جس نے اسے دنیائے سائنس کا اہم ترین موضوع بنا دیا وہ چارلس ڈارون کی کتاب ''جانداروں کی ابتداء'' تھی جو 1859ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اس نے اس بات کو جھٹلایا کہ اللہ نے دنیا پر موجود ہر جاندار شے کو الگ الگ پیدا کیا، اس کی جگہ اس نے دعویٰ کیا کہ تمام جاندار اشیاء ایک ہی جسم سے وجود میں آئے اور اس جسم نے وقت کے ساتھ معمولی تبدیلیوں کے ساتھ خود کو مختلف شکلوں میں تبدیل کر لیا۔ ڈارون کا نظریہ کسی ٹھوس سائنسی شہادت پر مبنی نہیں تھا جیسا کہ اس نے خود بھی تسلیم کیا تھا کہ یہ صرف اس کا ''تخیلاتی نظریہ'' تھا۔ ڈارون نے اپنی کتاب کے طویل باب میں جس کا عنوان ''نظریہ کی مشکلات'' ہے، یہ تسلیم کیا کہ اس کا نظریہ کئی اہم سوالات کے سامنے ناکام رہا۔

ڈارون نے اپنی اُمیدوں کو آئندہ سائنسی تحقیقات پر چھوڑ دیا کہ وہ ان مشکلات کا حل، تلاش کریں گی۔ تاہم اس کی توقعات کے برعکس، سائنسی تحقیقات کے نتائج نے ان مشکلات کی اقسام میں مزید اضافہ کر دیا۔ ڈارون ازم کی سائنس کی بنیاد پر ناکامی کو تین بنیادی موضوعات کے اعتبار سے پرکھا جا سکتا ہے۔

1۔ یہ نظریہ اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ زمین پر زندگی کی ابتداء کیسے ہوئی؟

2۔ کسی قسم کی سائنسی شہادت یہ ثابت نہیں کرتی کہ اس نظریہ میں پیش کیا گیا ''ارتقائی عمل'' کسی قسم کی ارتقائی طاقت رکھتا تھا۔

3۔ آثار قدیمہ سے حاصل ہونے والے نتائج اس نظریہ کے بالکل الٹ ثابت ہوئے ہیں۔

درج ذیل سیکشن میں ہم ان تینوں بنیادی موضوعات کو تسلیم شدہ اصولوں کے اعتبار سے پرکھیں گے:

پہلا ناقابل تردید مرحلہ: زندگی کی ابتدا:

نظریہ ارتقاء کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمام جاندار اشیاء 3.8 بلین سال پہلے کی ابتدائی زمین پر موجود ایک خلیہ سے وجود میں آئیں۔ پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک خلیہ کس طرح لاکھوں پیچیدہ جانداروں کی اقسام کو تخلیق کر سکتا ہے اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ایسا کوئی ارتقائی عمل وقوع پذیر ہوا ہی تھا تو پھر آثار قدیمہ کے ریکارڈز میں اس کا کوئی ثبوت کیوں نہیں ملا، یہ وہ کچھ سوال ہیں جو اس حوالے سے ذہن میں آتے ہیں اور یہ نظریہ ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ پھر جو بات اس ضمن میں سب سے پہلے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ آخر وہ "پہلا خلیہ" کیسے وجود میں آیا؟

چونکہ نظریہ ارتقاء جانداروں کی تخلیق اور کسی قسم کی غیر مرئی مداخلت کو جھٹلاتا ہے اس لیے یہ کہتا ہے کہ "پہلا خلیہ" قدرت کے قوانین کے تحت بغیر کسی ڈیزائن، منصوبہ یا انتظامات کے اچانک وجود میں آیا۔ اس نظریہ کے تحت، بے جان مادہ نے ہی اتفاق سے ایک جاندار خلیہ کو بنایا ہوگا۔ اس طرح کا دعویٰ بہرحال حیاتیات کے ناقابل تردید قوانین کی رو سے بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔

جاندار اشیاء جانداروں ہی سے پیدا ہوتی ہیں:

ڈارون نے اپنی کتاب میں قطعاً زندگی کی ابتداء کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کے زمانے میں سائنس کی رُو سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جانداروں کا ایک انتہائی سادہ نظام ہے۔ قرون وسطیٰ کے زمانے سے مختلف لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ بے جان اشیاء جانداروں سے پیدا ہوتی ہیں اور اس خیال کو بڑے پیمانے پر درست تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ بھی عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ بچی کھچی خوراک سے کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور گیہوں میں چوہے بھی از خود پیدا ہوتے ہیں۔ اس نظریے کو ثابت کرنے کیلئے کئی دلچسپ تجربات بھی

کئے جاتے۔ جیسے کہ ایک گندے کپڑے پر گیہوں کے کچھ دانے رکھے جاتے اور یہ خیال کیا جاتا کہ کچھ عرصہ بعد اس میں سے خود بخود چوہے پیدا ہو جائیں گے۔

اسی طرح گلے سڑے گوشت میں نکلنے والے کیڑوں کو بھی از خود پیدائش کی مثال سمجھا جاتا۔ تاہم بعدازاں یہ پتہ چل گیا کہ یہ کیڑے از خود گوشت میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ مکھیاں اُنہیں لاروے کی صورت میں وہاں لاتی تھیں، جو اتنے چھوٹے ہوتے کہ عام آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے تھے۔

جب ڈارون نے اپنی کتاب ''جانداروں کی ابتداء'' لکھی تو اس وقت بھی دنیائے سائنس میں یہ نظریہ عام تسلیم کیا جاتا تھا کہ بیکٹر یا بے جان اشیاء سے از خود وجود میں آسکتے ہیں۔

تاہم ڈارون کی کتاب شائع ہونے کے پانچ سال بعد، لوئس پاسچر نے اپنے طویل تجربات اور تحقیقات کے بعد حاصل ہونے والے نتائج کا اعلان کیا جو اس بات کو ظاہر کرتے تھے کہ جاندار اشیاء از خود یا بے جان اشیاء سے پیدا نہیں ہو سکتیں۔ یہ نتائج ڈارون کے نظریے کو مکمل طور پر مسترد کرتے تھے۔ 1864ء میں سوربون میں اپنے ایک تاریخی لیکچر میں پاسچر نے کہا: ''میرے اس سادہ سے تجربے کی لاثانی ضرب کے نتیجے میں ''از خود پیدائش'' کا نظریہ کبھی دوبارہ سر نہیں اٹھا سکے گا34۔''

نظریہ ارتقاء کے حامیوں نے ایک لمبے عرصے تک پاسچر کے نتائج کیخلاف مزاحمت جاری رکھی۔ تاہم جب سائنس کی ترقی نے جانداروں کے خلیاتی نظام کی پیچیدگی کو واضح کیا تو یہ خیال کہ جاندار اشیاء اتفاق سے بے جان اشیاء سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک ناقابل شکست حقیقت کے باعث بالکل بے جان ہو کر رہ گیا۔

بیسویں صدی کی ناکام کوششیں:

وہ پہلا شخص جس نے بیسویں صدی میں زندگی کی ابتداء کے موضوع پر کام کیا وہ مشہور روسی ماہر حیاتیات الیگزینڈر اوپرن تھا۔ مختلف تحقیقی مقالوں کے ساتھ وہ 1930 کی دہائی میں اس ضمن میں کافی آگے بڑھا، وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک

جاندار خلیہ اتفاق سے پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر اس کی تحقیقات ناکامی سے دوچار ہوئیں اور اوپیرن کو درج ذیل اعتراف کرنا پڑا:

"بدقسمتی سے خلیہ کی ابتداء کا مسئلہ شاید جانداروں کے ارتقاء کی تحقیق میں سب سے اہم اور پیچیدہ نقطہ ہے 35۔"

نظریہ ارتقاء کے پیروکاروں نے اوپیرن کے تجربات کو جاری رکھتے ہوئے اس مسئلہ کے حل کی کوششیں کیں جس کی نشاندہی اوپیرن نے کی تھی۔ اس حوالے سے سب سے مشہور تجربہ امریکہ کے کیمیاء دان سٹینلے ملر نے 1953ء میں کیا۔ اُس نے ایک تجربہ گاہ میں زمین کے ماحول میں موجود گیسوں کو ملا کر اس آمیزہ میں قوت شامل کی اور اس کے بعد ایسے مالیکیول اجسام (امائنو ایسڈ) کا پتہ چلایا جو کہ پروٹین میں شامل ہوتے ہیں۔

ابھی اس تجربے کو کچھ ہی سال گذرے تھے جب پتہ چلا کہ یہ تجربہ جو کہ نظریہ ارتقاء کے ضمن میں ایک انتہائی اہم قدم کے طور پر پیش کیا گیا تھا دراصل غلط تھا کیونکہ اس تجربے میں جس طرح کا ماحول استعمال کیا گیا وہ حقیقی زمینی حالات سے بہت مختلف تھا 36۔

کافی عرصہ تک خاموش رہنے کے بعد ملر نے ازخود اعتراف کرلیا کہ تجربے کیلئے ماحول کا جو طریقہ اس نے استعمال کیا وہ غیر حقیقی تھا۔ 37

بیسویں صدی میں نظریہ ارتقاء کے حوالے سے زندگی کی ابتدا کے بارے میں جتنی بھی کوششیں کی گئیں وہ ناکام رہیں۔ جیو کیمسٹ جیفری بادا، جن کا تعلق سین ڈیگو کے تحقیقاتی مرکز سے ہے نے 1998 میں مشہور میگزین ارتھ "Earth" میں اس بات کو ان الفاظ میں تسلیم کیا:

"آج جب کہ بیسویں صدی ختم ہونے جارہی ہے، ہمیں آج بھی وہی بڑا مسئلہ درپیش ہے جو ہمیں اس وقت درپیش تھا جب ہم بیسویں صدی میں داخل ہوئے تھے، یعنی: زمین پر زندگی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ 38۔

زندگی کا پیچیدہ نظام:

نظریہ ارتقاء کے زندگی کی ابتداء کے حوالے سے قطعی ناکام ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایسے جاندار اجسام جو بظاہر بہت سادہ نظر آتے ہیں حقیقتاً انتہائی پیچیدہ نظام لیے ہوئے ہیں۔ کسی جاندار کا خلیہ انسان کی بنائی تمام تکنیکی پراڈکٹس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے۔ آج دنیا کی سب سے ترقی یافتہ لیبارٹریوں میں بھی بنیادی مرکبات کو ملا کر ایک زندہ خلیہ نہیں بنایا جاسکتا۔

ایک خلیہ کی تشکیل کیلئے درکار حالات وضروریات اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں اتفاق کا نام دینا ناممکن ہے۔ پروٹین جو کہ ایک خلیہ کی بنیادی اکائی ہے، اس کے اتفاقاً وجود میں آنے کے امکانات 10^{950} میں ایک کے ہیں کیونکہ عام پروٹین 1500 ''امائنو ایسڈ'' کے ملنے سے بنتی ہے۔ حسابی قوانین کے تحت 10^{50} میں ایک امکان کو حقیقی معنوں میں ناممکن تصور کیا جاتا ہے۔

ڈی این اے مالیکول جو کہ خلیہ کے نیوکلئس میں موجود ہوتا ہے اور جس میں جینیاتی معلومات موجود ہوتی ہیں، ایک ناقابل یقین معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اگر ڈی این اے میں موجود معلومات کو تحریر کیا جائے تو اس کیلئے ایک بہت بڑی لائبریری کی ضرورت ہو گی کیونکہ یہ معلومات تقریباً 900 جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیاز پر مبنی ہوں گی اور ہر جلد کم از کم 500 صفحات پر مشتمل ہوگی۔

اس مقام پر ایک بہت دلچسپ امر سامنے آتا ہے: ڈی این اے خود کو صرف کچھ خاص قسم کے پروٹین (اجزاء) کی مدد سے ہی دوبارہ تیار کر سکتا ہے۔ اور ان اجزاء کی ترتیب کو بھی صرف ڈی این اے میں موجود معلومات سے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں لہٰذا دوبارہ تیاری کیلئے ان دونوں کا ایک ہی وقت میں موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ بات اس مفروضے کو قطعی غلط ثابت کر دیتی ہے کہ زندگی از خود وجود میں آئی۔ پروفیسر لیزلے اورجیل نے جو سان ڈیگو یونیورسٹی کیلی فورنیا میں ارتقائی نظریے کے مشہور محقق ہیں، اس بات کا ''سائنٹفک امریکن میگزین'' کے ستمبر 1994ء کے

شمارے میں اعتراف کیا۔ اپنے اعتراف میں اُنہوں نے کہا:

"یہ قطعی ناممکن ہے کہ پروٹین اور نیوکلیک ایسڈ دونوں، جن کا بنیادی نظام انتہائی پیچیدہ ہے، اتفاق سے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پائے گئے ۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا دوسرے کے بغیر موجود ہونا بھی ناممکن ہے۔ چنانچہ اس کی روشنی میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ زندگی حقیقت میں کبھی بھی کیمیائی طریقے سے ازخود وجود میں نہیں آ سکتی تھی 39۔

اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ اگر زندگی ازخود کسی قدرتی وجہ سے وجود میں نہیں آئی تو پھر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ زندگی ایک غیر مرئی طریقے سے "تخلیق" کی گئی۔ یہ حقیقت انتہائی پرزور طریقے سے نظریہ ارتقاء کو غیر اہم بنا دیتی ہے جس کا اصل مقصد دراصل کائنات کی "تخلیق" کو جھٹلانا تھا۔

نظریہ ارتقاء کا تصوراتی نظام:

ڈارون کے نظریہ کی نفی کرنے والا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس نظریہ میں "ارتقائی نظام" کے طور پر پیش کیے جانے والے دونوں خیالات کے بارے میں پتہ چلا کہ دراصل ان میں قطعاً ارتقائی قوت نہیں ہے۔

ڈارون نے اپنے نظریہ کی بنیاد مکمل طور پر "قدرتی انتخاب" کے نظام پر رکھی۔ اس نظام میں اہم قرار دی جانے والی بنیاد اس کی کتاب کے نام میں بھی شامل ہے یعنی

"The Origin of Species, By Means of Natural Selection........"

قدرتی انتخاب کا مطلب ہے کہ وہ جاندار اشیاء جو کہ زیادہ طاقتور ہیں اور اپنے خصائل کے اعتبار سے قدرتی حالات کیلئے زیادہ سازگار ہیں وہ زندگی کی جدوجہد میں قائم اور باقی رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہرنوں کے گروہ میں وہی زندہ بچ پائے گا جو خونخوار درندوں کے حملے کی صورت میں زیادہ تیز دوڑ سکے گا۔ چنانچہ ہرنوں کے گروہ کو تیز اور طاقتور

ہونا ہوگا۔ تاہم بلاشبہ یہ نظام ہرنوں کی ساخت بدلنے یا انہیں خود کو کسی اور جاندار شے، جیسے کہ گھوڑے کی صورت اختیار کرنے کے قابل نہیں بنا سکتا۔

چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ قدرتی انتخاب کے نظام میں ارتقائی قوت موجود نہیں ہے۔ ڈارون بھی اس حقیقت سے باخبر تھا اور اسے یہ بات اپنی کتاب The Origin of Species میں یوں کہنا پڑی:

"قدرتی انتخاب اس وقت کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ موافق انفرادی اختلافات یا تبدیلیاں واقع نہ ہوں 40۔

لامارک کے نظریہ کا اثر:

سوال یہ پیدا ہوا کہ ڈارون کی بیان کردہ تبدیلیاں کیسے واقع ہوئی ہوں گی؟ ڈارون نے اس سوال کا جواب اس وقت کی سائنسی سوجھ بوجھ کے مطابق دینے کی کوشش کی۔ فرانسیسی ماہر حیات چیولیئر دی لامارک (1744-1829) جو کہ ڈارون سے پہلے کے زمانہ میں موجود تھا، اس کے مطابق جاندار اشیاء اپنی زندگی میں حاصل کی گئی خصوصیات اور خصلتیں آئندہ نسل کو منتقل کر دیتی ہیں۔ اُس نے بتایا کہ یہ خصلتیں جو کہ ایک نسل سے دوسری میں منتقل ہوتی ہیں جاندار اشیاء کی نئی اقسام کو جنم دینے کا باعث بنتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اس نے دعویٰ کیا کہ زرافہ ہرن نما جانوروں سے وجود میں آیا: جو کہ اونچے درختوں کے پتے کھانے کیلئے سخت جدوجہد کیا کرتے تھے، چنانچہ اُن کی گردنیں نسل در نسل لمبی ہوتی چلی گئیں۔

ڈارون نے بھی اسی طرح کی مثالیں دیں۔ اپنی کتاب میں، مثال کے طور پر اس نے کہا کہ کچھ ریچھ خوراک کی تلاش میں دریاؤں وغیرہ میں جاتے تھے بعد ازاں انہوں نے خود کو وہیل مچھلی میں تبدیل کر لیا 41۔

مگر جارج مینڈل (84-1822) کے دریافت کردہ وراثت کے قوانین جنہیں جینیاتی سائنس نے درست تسلیم کیا اور جو بیسویں صدی میں بہت مقبول ہوئے، ان قوانین نے واضح طور پر ڈارون اور لامارکس کے ان خیالات کی تردید کر دی کہ زندگی سے

حاصل کردہ خصلتیں آنیوالی نسلوں کو منتقل کی گئیں تھیں۔

چنانچہ، قدرتی انتخاب ایک ارتقائی نظام کے طور پر سرد خانے میں چلا گیا۔

نیا ڈارون ازم اور تبدیلیاں:

نظریہ ارتقاء کی راہ میں پیش آنیوالی مشکلات کا حل تلاش کرنے کیلئے، ڈارون ازم کے حامیوں نے (1930 کی دھائی کے اختتام پر) اسے بہتر بنا کر "ماڈرن سینتھٹک تھیوری" کے طور پر پیش کیا اسے "نیا ڈارون ازم" کے نام سے زیادہ جانا جاتا ہے۔ نو تخلیق شدہ ڈارون ازم میں کئی تبدیلیاں کی گئیں جن میں، جانداروں کے جینز میں مختلف بیرونی عناصر جسے کہ روشنی کے انعکاس یا دوبارہ تخلیق کے عمل میں غلطیاں، جو کہ "موافق تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں، قدرتی تبدیلیوں کے طور پر شامل کی گئیں۔

آج نظریہ ارتقاء کے طور پر جو ماڈل پیش کیا جاتا ہے وہ نیا ڈارون ازم ہے۔ یہ نظریہ کہتا ہے کہ کروڑوں جاندار ایک ایسے عمل کے نتیجے میں وجود میں آئے جس میں ان اجسام کے بہت سے عضو (جیسے کہ کان، آنکھیں، پھیپھڑے اور پر، وغیرہ) "نوعی تبدیلیوں کے عمل" سے گزرتے رہے جیسے کہ جینیاتی بے ترتیبی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

تاہم ایک ایسی ناقابل تردید سائنسی حقیقت ہے جو اس نظریہ کو مکمل طور پر غلط ثابت کر دیتی ہے وہ یہ کہ: "نوعی تبدیلیاں جانداروں کے وجود میں آنے کی وجہ نہیں ہو سکتیں: بلکہ درحقیقت یہ نوعی تبدیلیاں ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔"

اس حقیقت کی وجہ بہت سادہ سی ہے، وہ یہ کہ: ڈی این اے کا ڈھانچہ بہت پیچیدہ ہے اور بے ترتیب تبدیلیاں اسے صرف نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں۔ امریکی ماہر جینٹکس، بی جی رانگا ناتھن اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

پہلے تو حقیقی نوعی تبدیلی قدرت کے نظام میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ زیادہ تر نوعی تبدیلیاں نقصان دہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ کسی جینز کے ڈھانچے میں معمولی تبدیلیوں کی بجائے بڑی اور بے ترتیب ہوتی ہیں اور کسی بہت بڑے پیمانے پر وضع شدہ نظام میں بڑی بے ترتیب تبدیلیاں بہت بری ہی ہوں گی نہ کہ کسی بہتری کا سبب۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی زلزلہ کسی بہت بڑی عمارت کو ہلا کر رکھ دے تو اس سے عمارت کے فریم ورک میں بے ترتیب تبدیلیاں واقع ہوں گی جو کہ غالباً کسی بہتری کا سبب نہیں ہوں گی۔42

یہ بھی حیرانی کی بات نہیں کہ، نوعی تبدیلی کی کوئی ایسی مثال اب تک سامنے نہیں آئی جو مفید ہو اور جس سے کوئی جینیاتی کوڈ وجود پا سکا ہو۔ تمام نوعی تبدیلیاں نقصان دہ ہی ثابت ہوتی ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نوعی تبدیلی، جسے کہ "ارتقائی عمل" کے طور پر پیش کیا گیا تھا دراصل ایک ایسا جینیاتی امکان ہے جو جانداروں کو نقصان پہنچاتا ہے اور انہیں معذور کر دیتا ہے۔ (انسانوں پر نوعی تبدیلی کی وجہ سے عام اثر کینسر کی صورت میں واقع ہوا ہے)۔ ظاہر ہے ایک نقصان دہ عمل کبھی بھی "ارتقائی عمل" نہیں ہو سکتا۔ قدرتی انتخاب، دوسری طرف "خود کچھ بھی نہیں کر سکتا" جیسا کہ ڈارون نے خود تسلیم کیا تھا۔ یہ حقیقت ہمیں بتاتی ہے کہ قدرت کے نظام میں کوئی "ارتقائی عمل" نہیں ہے۔ چونکہ کوئی ارتقائی عمل وجود نہیں رکھتا تو پھر "ارتقاء" کہلانے والا کسی فرضی عمل کی بھی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔

آثار قدیمہ: کسی درمیانی شکل کے آثار نہیں ملے:

اس بات کی واضح ترین شہادت کہ نظریہ ارتقاء میں پیش کی جانیوالی تفصیلات کا کوئی وجود نہیں تھا آثار قدیمہ کے ریکارڈ ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق، ہر جاندار شے ایک عمل کے نتیجے میں اپنی موجودہ شکل میں وجود پا سکی ہے۔ اور یہ کہ پہلے موجود ایک قسم وقت کے ساتھ جانداروں کی کسی دوسری قسم میں تبدیل ہوتی گئی اور یوں جانداروں کی تمام اقسام تشکیل پا گئیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ تبدیلیاں آہستہ آہستہ، لاکھوں، کروڑوں سالوں میں رونما ہوتی رہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو بہت سی درمیانی شکل کی اقسام موجود ہونی چاہئیں تھیں اور تبدیلی کے اس عرصہ میں انہیں زندہ ہونا چاہیے تھا۔

مثال کے طور پر، کچھ آدھی مچھلی/آدھا رینگنے والا جانور قسم کا کوئی جاندار ماضی میں ضرور موجود رہا ہونا چاہیے جس میں کچھ رینگنے والے جانوروں کی خصوصیات ہوں اور کچھ

پہلے سے موجود مچھلی کی خصوصیات۔ یا کچھ رینگنے والے پرندے ہونے چاہیے تھے، جن میں کچھ پرندوں کی خصوصیات ہوتیں اور کچھ رینگنے والے جانوروں کی۔ چونکہ یہ جاندار تبدیلی کے دور کا شکار ہوں گے اس لیے انہیں معذور، ناقص الاعضاء یا عجیب وغریب جاندار ہونا چاہیے۔ نظریہ ارتقاء کے پیروکار اس طرح کے جانداروں کی فرضی مثالیں دیا کرتے ہیں جو اُن کے خیال میں ماضی کے "تغیراتی دور" میں زندہ رہے ہوں گے۔

اگر اس طرح کے جانور حقیقت میں کبھی موجود ہوتے تو اُن کی تعداد اور اقسام لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ہوتیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ، ان عجیب وغریب مخلوقات کی باقیات آثار قدیمہ میں ضرور موجود ہونی چاہئیں تھیں۔ اپنی کتاب The Origin of Species میں ڈارون نے یوں وضاحت کی ہے:

> "اگر میرا نظریہ سچ ہے، تو جانداروں کی آپس میں ملتی جلتی لاتعداد اقسام کے بے شمار اجسام یقیناً موجود ہونے چاہئیں......"
>
> ماضی میں جانداروں کی ایسی اقسام کے پائے جانے کی شہادت صرف آثار قدیمہ ہی سے مل سکتی تھی۔ 43

ڈارون کی اُمیدیں ناکام رہیں:

اگر چہ نظریہ ارتقاء کے پیروکار اُنیسویں صدی کے وسط سے اپنے خیالات کی معاونت کیلئے آثار قدیمہ کی تلاش کر رہے ہیں مگر اب تک کسی درمیانی شکل کے جاندار کے آثار نہیں مل سکے۔ بلکہ اس نظریہ کے پیروکاروں کی امیدوں کے برعکس اب تک ملنے والے تمام آثار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ زمین پر زندگی بالکل اچانک اور مکمل شکل میں شروع ہوئی۔

ایک مشہور برطانوی ماہر آثار قدیمہ ڈیرک وی ایجر، نظریہ ارتقاء کے پیروکار ہونے کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "اگر ہم قدیم جانداروں کے آثار قدیمہ کا تفصیلی مطالعہ کریں تو یہ نقطہ سامنے آتا ہے کہ جانداروں کی اقسام یا اُن کے نظام کے لحاظ سے بار بار یہی حقیقت ملی ہے کہ ہر جاندار گروپ بتدریج تبدیلی سے

نہیں بلکہ بالکل اچانک وجود میں آیا۔" 44

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آثار قدیمہ کے ریکارڈ سے صاف ظاہر ہے تمام جاندار اچانک مکمل شکل میں بغیر کسی درمیانی شکل کے وجود میں آئے۔ یہ ڈارون کے خیالات کے بالکل برعکس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اس بات کی بھی بڑی ٹھوس شہادت ہے کہ تمام جاندار اشیاء تخلیق کی گئیں۔ کسی جاندار شے کا بالکل اچانک بغیر کسی ارتقائی عمل کے مکمل صورت میں وجود میں آنا اسی بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اُسے تخلیق کیا گیا۔ اس حقیقت کو دنیا کے مشہور ماہر حیاتیات اور نظریہ ارتقاء کے پیروکار ڈگلس فیوٹیوما نے بھی ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

تخلیق اور ارتقاء، ان کے درمیان، جانداروں کی ابتداء کے بارے میں ممکنہ وضاحتیں تھکا دینے والی ہیں۔ جاندار اجسام یا تو زمین پر مکمل صورت میں نمودار ہوئے اور یا پھر نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر وہ لازماً پہلے سے موجود جانداروں کی مختلف اقسام میں تبدیلیوں کے عمل سے موجودہ شکل تک پہنچے ہوں گے۔ اگر وہ مکمل شکل میں ظاہر ہوئے تھے تو پھر ضرور انہیں کسی قادر مطلق کی حکمت نے تخلیق کیا ہے۔ 45

آثار قدیمہ ظاہر کرتے ہیں کہ جاندار زمین پر مکمل اور بالکل ٹھیک حالت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ "ڈارون کے خیالات کے برعکس" جانداروں کی اقسام کا آغاز" ارتقائی نہیں بلکہ تخلیقی ہے۔"

انسانی ارتقاء کی کہانی:

نظریہ ارتقاء کے حامیوں کی طرف سے جو موضوع سب سے زیادہ سامنے لایا جاتا ہے وہ ہے انسان) کا زمین پر وجود میں آنا۔ ڈارون کے ہم خیال دعویٰ کرتے ہیں کہ موجودہ انسان دراصل چمپینزی (بندر) نما مخلوق کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اس فرضی ارتقائی عمل کے دوران جو کہ اُن کے خیال کے مطابق 4 سے 5 ملین سال پہلے شروع ہوا، انسان نے اپنی پہلی حالت (یعنی بندر) سے موجودہ شکل میں آنے تک کچھ "تغیراتی شکلیں" اختیار کیں۔ اس مکمل طور پر تصوراتی نظریہ کے مطابق چار بنیادی "تغیراتی اقسام" شمار کی جاتی

ہیں:

1۔ آسٹرالو پتھیکس (Australopithecus)

2۔ ہوموہیبلس (Homo habilis)

3۔ ہوموار یکٹس (Homo erectus)

4۔ ہوموسافیاں (Homo Sapiens)

نظریہ ارتقاء کے پیروکار انسان کی فرضی پہلی بندر نما حالت کو" آسٹرالو پتھیکس" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے "جنوبی افریقہ کا بندر" ۔یہ دراصل ایک پرانی بندر نما نسل کے سوا کچھ نہیں جواب معلوم ہو چکی ہے۔ان "آسٹرالو پتھیکس" کے بہت سے جینیاتی نمونوں پر دنیا کے دو مشہور ترین ماہرین آثار قدیمہ (جن میں سے ایک کا تعلق امریکہ اور دوسرے کا برطانیہ سے تھا) لارڈ سولی زوکرمین (برطانیہ) اور پروفیسر چارلس او کسنارڈ (امریکہ) نے انتہائی تفصیلی تحقیق کی، جس سے پتہ چلا کہ یہ بندر نما جاندار ایک عام بندر کی قسم تھی جو بعد میں معدوم ہو گئی اور ان جانداروں کا انسانوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔46

ارتقائی نظریہ کے پیروکار انسان کی اگلی سٹیج کو "ہومو" کا نام دیتے ہیں جس کا مطلب "انسان" ہی ہے۔ اُن کے دعویٰ کے مطابق ہوموسیریز کے جاندار" آسٹرالو پتھیکس" کی نسبت زیادہ بہتر صورت میں تھے۔نظریہ ارتقاء کے پیروکار اس ضمن میں ان مخلوقات کے آثار قدیمہ کو مختلف ترتیبی شکل میں پیش کر کے ایک تصوراتی ارتقائی سکیم پیش کرتے ہیں۔لیکن یہ سکیم بالکل خیالی ہے کیونکہ یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکا کہ اُن کی پیش کردہ ان مختلف شکلوں کے درمیان کسی قسم کا ارتقائی تعلق تھا۔بیسویں صدی کے ایک بے حد مشہور ارتقائی نظریہ کے پیروکار "ارنسٹ مائر" نے اپنی کتاب "One Long Argumenit" میں لکھا "کہ خاص طور پر تاریخی "معمے" جیسے کہ زندگی یا ہوموسافیان کی ابتداء نہ صرف بہت مشکل ہیں بلکہ ان کے بارے میں کوئی حتمی، اطمینان بخش وضاحت بھی بہت کٹھن ہے۔" 47

آسٹرالو پتھیکس ۔ ہوموہیبلس ۔ ہوموار یکٹس ۔ ہوموسافیان کو ایک زنجیر میں منسلک کر کے نظریہ ارتقاء کے ماننے والے انہیں ایک دوسرے کی آبائی قسم قرار دیتے ہیں۔

تاہم ماہرین آثار قدیمہ کی حالیہ تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ آسٹرالوپتھیکس، ہوموہیبلس اور ہوموار یکٹس ایک ہی وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں زندہ موجود تھے۔ 48

مزید یہ کہ، انسان کی وہ شکل جسے ہوموار یکٹس کا نام دیا گیا زمانہ موجود تک زندہ و باقی تھی۔ ''ہوموسافیان نیاندرتھالینس'' اور'' ہوموسافیان سافیان (موجودہ انسان)'' ایک ہی خطہ پر موجود تھے۔ 49

یہ صورتحال اس دعویٰ کو بالکل غلط ثابت کر دیتی ہے کہ یہ جاندار ایک دوسرے کے آباؤ اجداد تھے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک ماہر آثار قدیمہ، سٹیفن جے گولڈ، نظریہ ارتقاء کے اس ''ڈیڈلاگ'' کی وضاحت کرتے ہیں، حالانکہ وہ خود نظریہ ارتقاء کے پیروکار ہیں:

> ''جس چیز نے ہمارے نیچے سے سیڑھی کھینچ لی ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان کی تین بیک وقت موجود اقسام ہیں تو ظاہر ہے ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تبدیل شدہ شکل نہیں ہے۔ مزید یہ کہ، ان تینوں اقسام میں سے کوئی بھی زمین پر اپنے دور کے دوران ارتقائی رجحانات کو ظاہر نہیں کرتی۔'' 50

نظریہ ارتقاء کے پیروکاروں نے انسانی ارتقاء کی صورت کو مختلف شکلوں کے ساتھ میڈیا اور کورس کی کتابوں میں پیش کیا ہے، جن میں '' آدھا بندر، آدھا انسان'' نما خیالی جاندار دکھائے گئے ہیں جو کہ، حقیقت میں محض پروپیگنڈا کے ذریعے پیش کی گئی کہانی ہے اور اس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں۔

لارڈ سولی زوکرمین، برطانیہ کے مشہور ترین اور انتہائی معتبر سائنسدان ہیں، انہوں نے اس موضوع پر سالوں تحقیق کی ہے اور آسٹرالوپتھیکس کی باقیات پر 15 سال تک غور و فکر کے بعد بالآخر خود ایک نظریہ ارتقاء کے پیروکار ہونے کے باوجود انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ درحقیقت بندر نما مخلوق سے انسان تک آنیوالی کوئی شاخیں موجود نہیں ہیں۔

زوکرمین نے ایک دلچسپ '' سائنس کی تصویر'' بھی بنائی ہے جس میں اس نے اپنے علم کے مطابق سائنسی اور غیر سائنسی تصورات کی نشاندہی کی ہے۔ زوکرمین کی تصویر

کے مطابق سب سے زیادہ ''سائنٹفک'' شعبے جو کہ قابل تصدیق اور ٹھوس مواد پر انحصار کرتے ہیں۔ کیمسٹری اور فزکس ہیں۔ ان کے بعد حیاتیاتی سائنس آتی ہے اور پھر سوشل سائنسز۔ اس کی بنائی تصویر میں بالکل آخری کنارے پر جسے کہ سب سے زیادہ غیر سائنسی خیال کیا جاتا ہے، ''غیر واضح تصورات'' ہیں۔ جیسے کہ ٹیلی پیتھی اور چھٹی حس وغیرہ۔ اور سب سے آخر میں ''انسانی ارتقاء'' ہے۔ زوکرمین اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ہم اس ضمن میں معروضی سچ سے ہٹ کر حیاتیاتی سائنس کے فرضی راستوں پر چل نکلتے ہیں جیسے کہ غیر حسی تصورات یا انسانی آثار قدیمہ کی تاریخ، جہاں بطور مخلص (نظریہ ارتقاء کے پیروکار) کچھ بھی ممکن ہے۔ اور جہاں (نظریہ ارتقاء پر) ایک یقین رکھنے والے کے طور پر ہم ایک ہی وقت میں بہت سی ایسی چیزوں پر یقین کرتے ہیں جو باہم متصادم ہوتی ہیں۔''

انسانی ارتقاء کی کہانی دراصل کچھ ایسے خاص لوگوں کی طرف سے غیر زمینی آثار قدیمہ کی فرضی توجیح کے سوا کچھ نہیں، جو اندھوں کی طرح اپنے نظریہ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

ڈارون کا فارمولہ:

اب تک ہم نے جتنی تکنیکی شہادتیں پیش کی ہیں اُن کے علاوہ، آیئے ایک ایسی سادہ مثال کے ذریعے جسے ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے، یہ دیکھیں کہ نظریہ ارتقاء کے پیروکار کس طرح توہم پرستی کے شکار ہیں:

نظریہ ارتقاء کہتا ہے کہ زندگی اتفاق سے وجود میں آئی۔ اس دعوے کے مطابق، بے جان اور بے حس ایٹموں نے مل کر خلیہ بنایا اور پھر وہ کسی طرح انسان سمیت مختلف جاندار اشیاء میں تبدیل ہو گیا۔ آیئے اس پر غور کریں۔ جب ہم ان عناصر کو ملاتے ہیں جو کہ زندگی کی بنیاد ہیں جیسے کہ کاربن، فاسفورس، نائٹروجن اور پوٹاشیم، تو صرف ایک ڈھیر ہی بنتا ہے۔ ان اشیاء کو کسی بھی طریقے یا عمل سے ملایا جائے، یہ ایٹمی ڈھیر ایک بھی جاندار نہیں بنا سکتا۔ اگر آپ پسند کریں تو آیئے ہم اس موضوع پر ایک ''تجربہ'' کرتے ہیں اور نظریہ

ارتقاء کے پیروں کاروں کی جگہ کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں کہ وہ دھیمی آواز میں "ڈارون کا فارمولہ" کے طور پر حقیقت میں کیا دعویٰ کرتے ہیں:

نظریہ ارتقاء کے پیرو کاروں کو جاندار اشیاء کی ساخت میں استعمال ہونے والے مختلف عناصر جیسے کہ فاسفورس، نائٹروجن، کاربن، آکسیجن، لوہا میگنیشیم کو بڑے بڑے ڈبوں میں کافی مقدار میں ڈالنے دیں۔ پھر انہیں ان ڈبوں میں کوئی بھی ایسی چیز ڈالنے دیں جو ان کے خیال میں عام حالات میں میسر نہیں ہوتی مگر اس عمل کیلئے ضروری ہے۔ پھر انہیں اس آمیزہ میں جتنا مرضی امائنو ایسڈ ڈالنے دیں۔ جس کے اپنے آپ عام حالات میں بننے کے کوئی امکانات نہیں ہوتے۔ اور جتنی چاہیں پروٹین شامل کرنے دیں۔ جس کے ایک عنصر کے از خود وجود میں آنے کے امکانات 10^{-950} ہیں۔ پھر انہیں اس آمیزہ کو اپنی مرضی کے مطابق جتنی مرضی گرمی یا نمی میں رکھنے دیں۔ انہیں ان اشیاء کو کسی بھی طرح کے تکنیکی و ترقی یافتہ آلات کی مدد سے ملانے دیں۔ انہیں ان ڈبوں کے پاس قابل ترین سائنسدان لا کھڑے کرنے دیں ان ماہرین کو ڈبوں کے قریب کروڑوں بلکہ اربوں سال تک کھڑا انتظار کرنے دیں۔ انہیں ایسے کسی بھی طرح کے حالات استعمال کرنے کی آزادی دیں جو وہ انسان کے وجود میں آنے کیلئے ضروری خیال کرتے ہیں وہ کچھ بھی کر لیں، ان ڈبوں سے انسان نہیں بنا سکتے۔ یہ ہمارا کہنا نہیں بلکہ اُن بہت سے پروفیسرز، محققین اور سائنسدانوں کا کہنا ہے جو الیکٹرون مائیکروسکوپ کے ذریعے اپنے خلیہ کی ساخت اور بناوٹ کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ وہ زرافے، شیر، مکھیاں، گھوڑے، ڈولفن، گلاب، باغات، نرگس کا پھول، گانے والی چڑیا، گلناری، کیلے، سیب، کھجوریں، ٹماٹر، خربوزے، تربوز، انجیر، اناس، انگور آڑو، مور، تیتر، رنگ برنگی تتلیاں اور کروڑوں اسی طرح کے دوسرے جاندار کبھی نہیں بنا سکتے۔ در حقیقت وہ ان میں سے کسی ایک کا صرف ایک خلیہ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

مختصراً بے جان ایٹم مل کر ایک خلیہ نہیں بنا سکتے۔ وہ اپنے طور پر فیصلہ لیکر اس خلیہ کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتے، اور نہ ہی پھر مزید فیصلے لیکر ایسے پروفیسرز تخلیق کر سکتے ہیں جنہوں نے پہلے الیکٹرون مائیکروسکوپ ایجاد کی اور پھر اپنے ہی خلیہ کے ڈھانچے اور ساخت کا اس مائیکروسکوپ کے ذریعے مشاہدہ کیا۔ مادہ ایک بے حس، بے جان ڈھیر ہے

اور یہ اللہ کی اعلیٰ ترین تخلیق کے نتیجے میں ہی زندگی پاتا ہے۔

نظریہ ارتقاء، جو اس سے الٹ دعویٰ کرتا ہے، دراصل بغیر کسی دلیل کے ایک غلط تصور ہے۔ نظریہ ارتقاء کے حامیوں کے دعووں پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے جیسے کہ اوپر بیان کی گئی مثال سے ظاہر ہے۔

آنکھ اور کان میں موجود ٹیکنالوجی:

ایک اور موضوع جس کا جواب دینے سے نظریہ ارتقاء قاصر ہے وہ ہے آنکھ اور کان کی صلاحیتوں کا اس قدر بہترین ہونا۔

آنکھ کے موضوع پر آگے بڑھنے سے پہلے آیئے دیکھیں کہ ہمیں دکھائی کیسے دیتا ہے۔ ہر شے سے نکلنے والی روشنی کی شعاعیں ہمارے پردہ چشم پر اُلٹی سمت میں پڑتی ہیں۔ یہاں روشنی کی شعاعیں خلیوں کے ذریعے برقی سگنلز میں تبدیل ہوتی ہیں اور ہمارے دماغ کی پشت پر واقع ایک چھوٹے سے مقام پر پہنچتی ہیں جو کہ ''بصارت کا مرکز'' ہے۔ یہ برقی سگنلز اس مرکز میں کئی عوامل سے گذر کر ایک منظر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس تکنیکی پس منظر کو جان لینے کے بعد آیئے اس بارے میں کچھ سوچ بچار کریں۔

دماغ روشنی سے بالکل پاک ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر بالکل اندھیرا ہے اور یہ کہ جہاں دماغ ہے وہاں کسی قسم کی کوئی روشنی نہیں پہنچ پاتی۔ چنانچہ ''بصارت کے مرکز'' کو بھی کبھی روشنی نہیں چھو پاتی اور شاید یہ مقام آپ کی توقع سے بھی زیادہ تاریک ترین ہوگا۔ پھر بھی آپ اس گھپ اندھیرے مقام کی مدد سے روشن اور رنگین دنیا دیکھ پاتے ہیں۔

آنکھ میں بننے والا منظر اس قدر بھرپور اور منفرد ہوتا ہے کہ آج اکیسویں صدی کی جدید ترین ٹیکنالوجی بھی اس معیار کو نہیں پا سکی۔ مثال کے طور پر، اس کتاب کو دیکھیے جو آپ پڑھ رہے ہیں، اپنے ہاتھوں کو دیکھیے جن سے آپ اسے پکڑے ہوئے ہیں، اور پھر اپنا سر اُٹھا کر ارد گرد نظر دوڑایئے۔ کیا آپ نے اس طرح کا واضح، شفاف اور منفرد منظر کسی بھی اور ذریعے سے کہیں بھی دیکھا ہے؟ یہاں تک کہ بہترین پروڈیوسروں کا بنایا گیا جدید ترین ٹیلی

ویژن بھی اس طرح کا شفاف اور واضح منظر آپ کو مہیا نہیں کر سکتا۔ آنکھ کے ذریعے حاصل ہونیوالا منظر تین رُخی، رنگین اور انتہائی شفاف واضح منظر ہوتا ہے۔ تقریباً سو سے زیادہ سالوں سے، ہزاروں انجینئرز آنکھ کے معیار تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فیکٹریاں اور بڑے بڑے کارخانے قائم کیے گئے، بہت سی تحقیق کی گئی، منصوبے اور ڈیزائن تیار کیے گئے مگر ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ آپ خود ایک بار پھر اپنے ہاتھوں میں پکڑی کتاب کو اور ٹی وی سکرین پر نظر ڈال کر فرق دیکھ لیں۔ آپ واضح طور پر دیکھیں گے کہ دونوں کے واضح پن اور شفاف ہونے میں فرق ہے۔ مزید یہ کہ ٹی وی سکرین آپ کو دو طرفہ منظر دکھاتی ہے، جبکہ آنکھوں کی مدد سے آپ سہ طرفہ منظر انتہائی گہرائی تک دیکھتے ہیں۔

بہت سالوں تک، کئی ہزار انجینئروں نے ایک سہ طرفہ منظر دکھانے والا ٹی وی بنانے اور آنکھ کی بصارت کے معیار تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ہاں، انہوں نے ایک سہ طرفہ منظر دکھانے والا ٹی وی سسٹم بنا لیا ہے، مگر اسے ایک خاص قسم کا تھری ڈی چشمہ پہنے بغیر دیکھنا ناممکن ہے۔ پھر یہ کہ یہ صرف ایک مصنوعی سہ طرفہ منظر ہوتا ہے۔ پس منظر دھندلا لگتا ہے اور سامنے کا منظر کاغذ پر مرتب کیا گیا محسوس ہوتا ہے۔ آنکھ کی طرح کا واضح اور شفاف منظر دکھانا کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکا۔ کیمرہ اور ٹیلی ویژن دونوں میں آنکھ کی نسبت منظر کے معیار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

نظریہ ارتقاء کے پیروکار دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قدر شفاف اور واضح منظر دکھانے والا نظام اتفاق سے وجود میں آ گیا تھا۔ اب اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ آپ کے کمرے میں پڑا ٹیلی ویژن اتفاق سے بن گیا تھا، یا یہ کہ اس میں موجود تمام چیزیں اتفاق سے ایک جگہ اکٹھی ہو گئیں اور اُن سے ایک ایسا آلہ بن گیا جو منظر دکھاتا ہے، تو آپ کیا سوچیں گے؟ مختلف بے جان چیزیں وہ کام کیسے کر سکتی ہیں جو ہزاروں انسان مل کر نہیں کر سکتے؟

جب ایک ایسا آلہ اتفاق سے نہیں بن سکتا جو کہ آنکھوں سے بہتر منظر دکھا سکتا ہو، تو پھر یہ صاف ظاہر ہے کہ آنکھ اور اس سے نظر آنیوالا منظر بھی اتفاق سے وجود میں نہیں آ

گئے۔

یہی صورتحال کان کے نظام پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کان کا بیرونی حصہ دستیاب آوازوں کو پردے کی مدد سے وصول کرتا ہے اور انہیں کان کے درمیان حصہ میں بھیج دیتا ہے، کان کا درمیانی حصہ آواز کی لہروں کو تیز کر کے آگے بھیجتا ہے اور پھر کان کا اندرونی حصہ آواز کو ان لہروں کو برقی سگنلز میں بدل کر دماغ کی طرف بھیج دیتا ہے۔ بالکل آنکھ کے عمل کی طرح سننے کا عمل بھی دماغ میں موجود ''سماعت کے مرکز'' میں مکمل ہوتا ہے۔

آنکھ ہی کی طرح کان کی بھی صورتحال ہو بہو وہی ہے، یعنی دماغ روشنی کی طرح آواز سے بھی مبرا ہوتا ہے، یہ اپنے اندر کسی آواز کو نہیں لے جاتے دیتا۔ چنانچہ باہر خواہ کتنا ہی شور و غل کیوں نہ ہو، دماغ کے اندر مکمل خاموشی ہوتی ہے۔ پھر بھی تمام آوازوں کو دماغ کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ آپ اپنے مکمل خاموشی کے حامل دماغ سے سرگوشیاں سنتے ہیں اور ہجوم والے مقامات پر تمام شور و غل بھی سن پاتے ہیں۔ تاہم اگر کسی آلہ کی مدد سے دماغ کے اندر ''ساؤنڈ لیول'' کی پیمائش ممکن ہو تو پتہ چلے گا کہ وہاں مکمل خاموشی ہے۔

بصری کوششوں کی طرح کئی دہائیوں سے ایسی آواز پیدا کرنے اور اسے دوبارہ تشکیل دینے کی کوششیں کی جارہی ہیں جو ہو بہو اصل آواز جیسی ہو۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں ساؤنڈ ریکارڈرز، ہائی فائی سسٹمز اور آواز کو محسوس کرنے کیلئے نظام بنائے گئے ہیں۔ بلاشبہ اس شعبہ میں بہت کام ہوا لیکن حقیقت پھر وہی ہے کہ تمام تر نئی ٹیکنالوجی اور اس مقصد کیلئے ہزاروں انجینئرز اور ماہرین کے مصروف ہونے کے باوجود اب تک ایسی آواز نہیں بنائی جاسکی جو کہ کان کے ذریعے سنائی دینے والی آواز ہی کی طرح واضح اور صاف ہو۔ آپ دنیا کی میوزک انڈسٹری کی سب سے بڑی اور کامیاب کمپنیوں کے ہائی فائی سسٹمز دیکھ لیجئے۔ ان آلات میں بھی جب آواز ریکارڈ کی جاتی ہے تو اس کے معیار میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے، یا جب آپ ایک ہائی فائی سسٹم کو آن کرتے ہیں تو آپ کو میوزک شروع ہونے سے پہلے ہمیشہ ایک ''سی سی کی'' آواز سنائی دیتی ہے۔ جبکہ انسان کے جسمانی نظام اور اس نظام کی ٹیکنالوجی سے مرتب ہونیوالی آواز تمام تر جدید ٹیکنالوجی کے حامل میوزک سنٹر سے زیادہ واضح اور صاف ہوتی ہے۔ ایک انسانی کان کبھی بھی کسی آواز کو ''سی سی کی'' آواز کے ساتھ

ملا کر نہیں سناتا جیسے کہ ہائی فائی کرتا ہے۔ بلکہ یہ آوز کو اسی طرح سناتا ہے جیسے وہ ہوتی ہے، صاف اور واضح۔ کان کا یہ نظام انسان کی تخلیق سے ہی اس طرح کام کر رہا ہے۔

اب تک انسان کی بنائی کوئی سمعی یا بصری ایجاد اتنی کامیاب اور حساس نہیں کہ وہ آنکھ یا کان کی طرح کام انجام دے سکے۔ چنانچہ دیکھنے اور سننے کے نظام پر غور کیا جائے تو ان کے پس پردہ بہت بڑا سچ تلاش کیا جا سکتا ہے۔

دماغ کے اندر سننے اور دیکھنے کے حواس کا مالک کون ہے؟

کون ہے جو دماغ کے اندر حیرت انگیز دنیا دکھاتا ہے، سُروں اور پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سناتا اور گلاب کی خوشبو محسوس کرنے کے قابل بناتا ہے؟

کسی انسان کی آنکھ، کان اور ناک کے محسوسات الیکٹرو کیمیکل اعصابی لہروں کے ذریعے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ آپ حیاتیات، فزیالوجی اور بائیو کیمسٹری کی کتابوں میں اس حوالے سے تفصیلات حاصل کر سکتے ہیں کہ دماغ میں منظر کیسے تشکیل پاتا ہے۔ لیکن آپ کو ان کتابوں میں سے سب سے اہم حقیقت نہیں بتائی جاتی، وہ یہ کہ: ان الیکٹرو کیمیکل اعصابی لہروں کو دماغ میں کون مناظر، آوازوں، خوشبوؤں اور دوسری حسیات کی صورت میں محسوس کرنے کے قابل بناتا ہے؟ دماغ میں ایک ایسا شعور موجود ہے جو ان سب چیزوں کو کسی آنکھ، کان یا ناک کے بغیر محسوس کر سکتا ہے۔ آخر یہ شعور کس کا عطا کردہ ہے؟ ظاہر ہے اس شعور کا تعلق اعصاب، چکنائی کی تہہ اور دماغ میں موجود نیورونز سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈارون ازم کے پیروکار مادہ پرست، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہر چیز مادہ سے مل کر بنی ہے، ان سوالات کے جواب نہیں دے سکتے۔

کیونکہ یہ شعور دراصل وہ قوت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے، جسے دیکھنے کیلئے کسی آنکھ کی ضرورت ہے اور نہ آوازیں سننے کیلئے کان کی۔ بلکہ اسے سوچنے سمجھنے کیلئے دماغ کی بھی ضرورت نہیں۔

اس واضح اور سائنسی حقیقت کو پڑھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ بزرگ و برتر کی ہدایات پر غور کرے اور اس سے ڈرتے ہوئے پناہ طلب کرے کیونکہ اسی نے اس

پوری کائنات کو چند کیوبک سنٹی میٹر کے تاریک مقام پر سہ طرفہ، رنگین، سایہ دار اور روشن شکل میں پیدا فرمایا ہے۔

ایک مادہ پرست تصور:

اب تک ہم نے جو معلومات مہیا کیں ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظریہ ارتقاء سائنسی شہادتوں کے سامنے بالکل ناکارہ ہے۔ زندگی کی ابتداء کے بارے میں اس نظریہ کے دعوے کی سائنس کی بنیاد پر کوئی اہمیت نہیں، اس میں بیان کردہ ارتقائی عمل میں سرے سے قوت ارتقاء ہی نہیں اور آثار قدیمہ ظاہر کرتے ہیں کہ ارتقائی عمل کے نتیجے میں لازماً موجود ہونیوالی درمیانی اقسام کا کوئی وجود نہیں تھا۔ چنانچہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نظریہ ارتقاء کو غیر سائنسی خیال ہونے کی وجہ سے ایک طرف کر دینا چاہیے۔ جیسے کہ اس طرح کے دیگر بے بنیاد خیالات مثلاً ''زمین کائنات کے مرکز میں واقع ہے'' کے نظریے کو سائنسی تحقیق کی تاریخ میں ایجنڈے سے ہٹایا جاتا رہا ہے۔

تاہم نظریہ ارتقاء کو سائنسی تحقیق کے ایجنڈے پر باقی رکھا گیا ہے۔ بلکہ کچھ لوگ تو اس پر ہونیوالی تنقید کو ''سائنس پر حملہ'' قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نظریہ کچھ حلقوں کیلئے مفاد پر مبنی ناگزیر عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حلقے مادہ پرست فلسفہ پر اندھا دھند کاربند ہیں اور ڈارون ازم کو اس لیے اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ یہ وہ واحد مادہ پرست وضاحت ہے جو کہ قدرتی عوامل کے بارے میں پیش کی جاسکتی ہے۔

دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ وہ اس حقیقت کا وقتاً فوقتاً اعتراف بھی کرتے ہیں۔ ایک مشہور ماہر جینیٹکس اور نظریہ ارتقاء کے پیروکار رچرڈ سی لیونٹن، جن کا تعلق ہارورڈ یونیورسٹی س ہے، اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ''پہلے اور سب سے بڑھ کر مادہ پرست ہیں اور پھر ایک سائنسدان۔'' اُن کا کہنا ہے کہ:

> ''یہ بات نہیں کہ سائنس کا طریقہ کار یا ادارے ہمیں کائنات کے بارے میں مادہ پرستی پر مبنی وضاحتیں تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں،

بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمیں ہمارے اندر موجود مادی وجوہات مجبور کرتی ہیں کہ ہم اس کے مطابق تحقیقات مرتب کریں اور ایسے تصورات قائم کریں جو مادہ پرست وضاحتیں دے سکیں۔ پھر اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ کتنی عقل یا وجدان پر مبنی ہیں اور کتنی نہیں۔ مزید یہ کہ مادہ پرستی حقیقت ہے لہٰذا ہم کسی غیر مرئی قدم کو اندر نہیں آنے دیں گے۔"[52]

اسی طرح اور بھی کئی بیانات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ ڈارون ازم ایک اندھا عقیدہ ہے جسے اس لیے زندہ رکھا گیا ہے کہ مادہ پرستی قائم رہے۔ اس عقیدہ کے مطابق مادہ کے سوا کوئی قوت نہیں۔ چنانچہ یہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ بے جان، اور بے حس مادہ نے زندگی تخلیق کی (نعوذ باللہ)۔ یہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ مختلف جاندار (مثلاً پرندے، مچھلیاں، زرافے، شیر، حشرات، درخت، پھول، وھیل مچھلیاں اور انسان) مختلف عوامل مثلاً بارش، بجلی کے چمکنے اور دوسرے طریقوں کے باعث بے جان مادے سے ہی وجود میں آئے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جو کہ نہ صرف عقل و شعور کیخلاف ہے بلکہ سائنس سے بھی متصادم ہے۔ پھر بھی ڈارون ازم کے پیروکار اس کا دفاع کرتے ہیں صرف اس لیے کہ "وہ کسی غیر مرئی قدم کو اندر نہیں آنے دینا چاہتے۔"

کوئی بھی ایسا شخص جو جانداروں کی ابتداء کو مادہ پرستی کی نظر سے دیکھے بغیر غور کرے تو اسے سچائی صاف نظر آ جائے کہ: تمام جانداروں کا وجود ایک خالق کا کام ہے، جو سب سے طاقتور، دانا اور حکمت والا ہے۔ یہ خالق اللہ تعالیٰ ہے، جس نے پوری کائنات کو اس وقت تخلیق کیا جب یہاں کچھ بھی نہ تھا، اُسی نے اسے انتہائی مکمل شکل میں ترتیب دیا اور جانداروں سے سجایا۔

"نظریہ ارتقاء دنیا کا قوی ترین جادو:

کوئی بھی شخص جو پہلے سے فیصلہ کیے بغیر اور کسی خاص نظریہ کا اثر نہ لیتے ہوئے اپنی عقل اور شعور سے کام لیکر سوچے تو وہ صاف طور پر سمجھ جائیگا کہ نظریہ ارتقاء توہمات پر مبنی

خیالات کو سائنس اور تہذیب کے علم سے مطابقت کے بغیر پیش کرتا ہے، اور اس پر یقین کرنا ناممکن ہے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر وضاحت کی کہ جو لوگ نظریہ ارتقاء پر یقین رکھتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ کچھ ایٹم اور مالیکیول ایک بڑے گڑھے میں پھینک دیئے جائیں تو وہ سوچنے، سمجھنے کی حیات، پروفیسرز اور یونیورسٹی کے طلباء، آئن سٹائن اور گیلیلیو جیسے سائنسدان، ہمسفری بوگرٹ، فرینک سناترا اور لیوسیانو پاولٹ جیسے آرٹسٹ، ہرن، لیموں کے درخت اور گلابی پھول بنا سکتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سائنسدان اور پروفیسرز جو اس ''بکواس'' پر یقین رکھتے ہیں پڑھے لکھے لوگ ہیں، اس لیے اس نظریہ کو ''تاریخ کا قومی ترین جادو'' کہنا غلط نہ ہوگا۔ دراصل اس سے پہلے دنیا کے کسی بھی خیال یا یقین نے لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی قوت کو اتنا متاثر نہیں کیا کہ وہ عقل اور شعور کی بنیاد پر سوچنے سے ہی انکار کر دیں اور سچ ایسے اُن سے چھپا رہے کہ جیسے وہ اندھے پن کا شکار ہوں۔ یہ اندھا پن تو اُس اندھے پن سے بھی زیادہ برا ہے جس کا شکار ہو کر مصر کے لوگ سورج دیوتا کی پوجا کرنے لگے تھے، یا جنوبی افریقہ کے کچھ حصوں میں جانوروں کی پوجا کی جاتی تھی، حضرت ابراہیمؑ کے قبیلے کے لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو پوجتے تھے یا حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں لوگ سنہرے بچھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے۔ وہ بھی اندھے پن کا شکار تھے مگر نظریہ ارتقاء کے پیروکار اس لیے اُن سے زیادہ اندھے پن کا شکار ہیں کیونکہ وہ زمانہ جہالت میں نہیں بلکہ آج کے سائنسی دور میں رہتے ہیں اور اپنے نظریات کو سائنس کی رُو سے غلط ثابت ہونے پر بھی حقیقت تسلیم نہیں کرتے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے عقل کی اس کمی کے بارے قرآن پاک میں نشاندہی کی ہے۔ بہت سی آیات میں، اللہ پاک فرماتا ہے کہ کچھ لوگوں کی عقل سلب کر لی جائے گی اور وہ سچ دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے ہوں گے۔ اس بارے میں کچھ آیات قرآنی درج ذیل ہیں:

''بے شک جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے یکساں ہے ان کے لیے
چاہے آپ اُنہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی

آنکھوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور وہ ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔" (سورۃ البقرہ، 9-6)

"......ان کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے ہی نہیں ان سے اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ سنتے نہیں ان سے۔ وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ تو غافل (و بے خبر ہیں)"

(سورۃ الاعراف، 179)

"اور اگر ہم کھول بھی دیتے ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ سارا دن اس میں سے اُوپر چڑھتے رہتے، پھر بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظریں بند کر دی گئی ہیں بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔" (سورۃ الحجر، 15-14)

اس بات کا اظہار الفاظ کے ذریعے ممکن نہیں کہ اس تصور کا اتنا زیادہ لوگوں کو اپنے حصار میں لے لینا، انہیں سچائی سے دور رکھنا، اور 150 سالوں سے قائم رہنا، کس قدر حیرت انگیز ہے۔ یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک شخص یا کچھ لوگ ناممکن باتوں پر یقین کر لیں اور قطعی بیوقوفانہ اور بے عقلی سے بھرے دعوؤں کو مان لیں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ کسی "جادو" کے زیر اثر دنیا بھر سے لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بے جان اور بے حس ایٹموں نے اچانک فیصلہ کیا کہ وہ باہم مل جائیں اور ایسی کائنات بنائیں جو تنظیم، ضابطہ، عقل اور شعور پر مبنی غلطیوں سے پاک نظام کے ذریعے کام کرے، اس کائنات میں زمین نام کا ایک سیارہ ہو جس میں سب ایسی خصوصیات موجود ہوں جس سے اُس پر زندگی ممکن ہو سکے، اور اس سیارہ پر بے شمار پیچیدہ نظام لیے جاندار موجود ہوں۔

درحقیقت قرآن پاک حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ کا ذکر کر کے بتاتا ہے کہ کچھ لوگ بے بنیاد فلسفوں کے ذریعے دراصل دوسروں کو جادو سے متاثر کرتے ہیں۔ جب فرعون کو سچے مذہب کے بارے میں بتایا گیا تھا، تو اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ وہ اس (فرعون) کے جادوگروں سے ملیں۔ جب حضرت موسیٰؑ اُن سے ملے تو انہوں نے

جادوگروں سے کہا کہ وہ پہلے اپنی صلاحیتیں دکھائیں۔قرآن کی آیت بتاتی ہے:

''آپ نے فرمایا، تم ہی ڈالو۔پس جب انہوں نے ڈالا تو جادو کر دیا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور خوفزدہ کر دیا اُنہیں اور مظاہرہ کیا اُنہوں نے بڑے جادو کا۔'' (سورۃ الاعراف،114)

سو ہم نے دیکھا کہ، فرعون کے جادوگر ہر کسی کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئے تھے ماسوائے حضرت موسیٰؑ کے اور اُن پر ایمان لانے والوں کے۔تاہم، اُن کی سچائی نے جادو توڑ دیا، یا ''اُن کا بچھایا فریب نگل لیا'' جیسے کہ آیت مبارکہ آگے بیان کرتی ہے:

''اور ہم نے وحی کی موسیٰؑ کو کہ ڈال دے اپنا عصا تو فوراً نگلنے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا۔تو ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو (جادو) وہ کیا کرتے تھے۔''(سورۃ الاعراف،117-118)

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ، جب لوگوں نے جان لیا کہ اُن پر ایک جادو کیا گیا تھا اور جو اُنہوں نے دیکھا صرف ایک فریب تھا، تو فرعون کے جادوگروں نے اپنا اعتبار کھو دیا۔موجودہ زمانہ میں بھی، کم از کم وہ لوگ جو، اسی طرح کے جادو کے زیر اثر نظریہ ارتقاء جیسے بے بنیاد دعوؤں کو سائنسی دھوکے میں آ کر قبول کرتے ہیں اور اپنی ساری زندگی ان دعوؤں کی حمایت کرتے گذار دیتے ہیں، وہ بھی اس روز رُسوا ہوں گے جب پورا سچ اُن کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا اور جادو ٹوٹ جائے گا۔چنانچہ میلکولم میوگریج، جو کہ نظریہ ارتقاء کا حامی اور لادین فلسفی ہے، اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی چیز کے باعث فکرمند تھا، اپنے اعتراف میں اُس نے کہا:

''میں ذاتی طور پر اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ نظریہ ارتقاء، خاص طور پر جبکہ یہ اتنے بڑے پیمانے پر پھیل چکا ہے، مستقبل کی تاریخی کتابوں میں ایک بہت بڑے مذاق کے طور پر موجود ہوگا۔بعد کی نسلیں حیران ہوں گی کہ اتنے تصوراتی اور غیر یقینی مفروضے اتنے بڑے پیمانے پر کیسے تسلیم کر لیے گئے تھے۔''

جس مستقبل کا ذکر میلکولم نے کیا ہے وہ زیادہ دور نہیں ہے بلکہ لوگ بہت جلد

دیکھیں گے کہ ''تبدیلی'' دور کی بات نہیں، اور وہ نظریہ ارتقاء کو پیچھے مڑ کر بدترین فریب اور دنیا کے خوفناک ترین کے جادو کے طور پر دیکھیں گے۔ اس جادو کا بوجھ پہلے ہی تیزی سے دنیا بھر کے لوگوں کے کندھوں سے اترنا شروع ہو چکا ہے۔ بہت سے لوگ جو اس کا اصل چہرہ دیکھ سکتے ہیں وہ حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ وہ اس کا شکار آخر کیسے ہو سکتے ہیں۔

”عرض کرنے لگے، ہر عیب سے پاک تو ہی ہے! کچھ علم نہیں ہمیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔“

(سورۃ البقرہ، 32)

NOTES

1- D.j. Batzer, "Beneath Our Feet, "The Star; http : //thestar. com. my/ lifestyle/story. asp? file= / 2003/2/27/features/batzer27.

2- "Deadly History of Earthquakes" 'May 5, 2003:
http: // newsvote.bbc.co.uk/ mpapps/ pagetools / print/ news. bbc.co.uk / 2/ low/ in_depth/205 9330.stm

3- George O. Abell, David Morrison, Sidney C. Wolff, Exploration of the Universe (Saunders College Publishing: 1991), 612.

4- George Smoot, Show Me God, revised. ed. 1997; Fred Heeren, Day Star Pub.

5- George Smoot, San Hose Mercury News, May 12, 1992. Story by John Noble Wilfored of the New York Times.

6- Milliyet (Turkish daily), July 19,1998.

7- Carl Sagan, Cosmos (New York: Wings Books, 1983), 73.

8- Hurriyet, December 14, 1997.

9- Ibid.

10- "Greenpeace Documents Glacial Retreat In Melt Zone As International Climate Treaty Negotiations Resume In Bonn" June 2,1998: http:// archive. greenpeace. org/pressreleases/ arctic/ 1998 Jun2. html

11- Amy L. Forrester, "The Effects of El Niño on Marine Life,"
Cambridge Scientific Abstracts (December 1997);
http:// www.csa.com / hottopics/ elnino/ oview. html.

12- Paul Davies, God and The New physics (London: Penguin Books,1990), 11.

13- John Gribbin, The Omega Point: The Search for the Missing Mass and the Ultimate Fate of the Universe, (William Heinemann Ltd, 1988), 128.

14- Bilim Teknik (Science and Technology) (Turkish science journal), no. 185.

15- "Temperature.;"

www.shokhirev.com/ nikolai/projects/ temperature/ temperature. html.

16- Taskin Tuna, Uzayin Sirlari (Secrets of Space), (Istanbul:Bogazici Yayinlari, 1994), 24.

17- "The Sun," Maryland Energy Administration; www.energy. state.md. us/ facts/ renewsable/ solar. html.

18- Tuna, Uzayin Sirlari, 278.

19- Davies, God and The New Physic, 11.

20- http:// solarsystem. nasa.gov/ features/ plants/ meteoroids/meteordids.html.

21- Hurriyet, August 17, 1997.

22- Sagan, Cosmos, 73.

23- Ibid, 74.

24- Ibid. 76.

25- Scientists Fear Asteroid Threats, Telegraph, September 13, 2001. (http:// www. telegraph. co.uk/ connected/ main. Jhtml?xml=/ connected / 2001/09/13/ ecnba 10.xml)

26- Walter Alvarez, T, Rex and Crater of Doom (New Jersey: Princeton University Press, 1997), 11.

27- Ibid. 11.

28- "Asteroid on course for near-colision with Earth."
CNN.com: http;// edition.cnn.com/ TECH/ space/ 9803/12/asteroid/.

29- Paul Davies, The Last Three Minutes (Basic Books: 1997),3.

30- Ibid., 1-2.

31- Astronomers Surprised to Find Elongated Radio At Center of Milky Way, "National Radio Astronomy Observatory, 8 August 2003;
http:// www.nrao.edu/pr/1998/bhole/.

32- Milliyet, July 19, 1998.

33- W. J. Heitler, "How Grasshoppers Jump", http:// www.st- andrews. ac.uk/ ~wjh/ jumping/

34- Sidney Fox, Klaus Dose, Molecular Evolution and The Origing Of Life, W.H Freeman and Company, San Francisco, 1972, p. 4.

35- Alexander I. Oparin, Origin of Life, Dover Publications, NewYork, 1936, 1953 (reprint), p.196.

36- "New Evidence on Evolution of Early

Atmosphere and Life" , Bulletin of the American Meteorological Society, vol 63, November 1982, p. 1328-1330.

37- Stanley Miller, Molecular Evolution of Life : Current Status of the Prebiotic Synthesis of Small Molecules, 1986. p.7.

38- Jeffery Bada, Earth, February 1998, p. 40.

39- Leslie E. Orgell, "The Origin of Life on Earth", Scientific American, vol. 271, October 1994, p.78.

40- Charles Darwin, The Origin of Species by Means of Natural Selection, The Modern Librar, New York, p. 127.

41- Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard University Press, 1964, p.184.

42- B.G. Ranganathan, Origins?, Pennsylvania: The Banner Of Truth Trust, 1988,p.7.

43- Charles Darwin, The Origin of Species: A Facsimile of the First Edition, Harvard Uvinersity Press , 1964, p. 179.

44- Derek A. Ager, "The Nature of the Fossil Record". Proceedings of the British Geological Association, vol 87, 1976, p. 133.

45- Douglas J . Futuyma, Science on Trial, Pantheon Books, New York, 1983, p. 197.

46- Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, Toplinger Publications, New York, 1970.
pp. 75-14; Charles E. Oxnard, "The Place of Australopithecines in Human Evolution: Grounds for Doubt" , Nature, vol 258, p . 389.

47- "Could science be brought to an end by scientists' belief that they have final answers or by society's reluctance to pay the bills?" Scientific American, December 1992. p. 20.

48- Alan Walker, Science, vol 207, 7 March 1980, p, 1103; A. J. Kelso, Physical Antropology, 1st ed. J.B.Lipnicott co., NewYork, 1970, p.221;m.s. Leakcy, Olduvai Gorge, vol.3, Cambridge University press, Cambridge, 1971, p. 272.

49- Jeffrey Kluger, "Not So Extinct After All: The Primitive Homo Erectus May Have Survived Long Enough To Coexist With Modern Humans", Time, 23 December 1996.

50- S. J. Gould, Natural History, vol. 85. 1976, p. 30.

51- Solly Zuckerman, Beyond The Ivory Tower, p.

19.

52- Richard Lewontin, "The Demon-Haunted World," 71 Malcolm Muggeridge, The End of Christendom, Grand Rapids: Eerdmans, 1980, p.43.

53- Malcolm Muggeridge, The End of Christendom, Grand Rapids: Eerdmans, 1980, p. 43.

انتساب

اپنے والدین کے نام جن کی
دعاؤں نے میری ہر مشکل کو
آسان بنا دیا۔

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ' اقرا سنٹر' اردو بازار لاہور 7224228

کوالٹی ڈیپارٹمنٹل سٹور' کالج روڈ' بورے والا

اسلامی کتب خانہ' فضل الٰہی مارکیٹ' لاہور 7223506

مکتبہ رشیدیہ' نیو جنرل' چکوال

ویلکم بک پورٹ' اردو بازار' کراچی

یونیورسٹی بک ایجنسی' خیبر بازار' پشاور

بک سنٹر علامہ اقبال چوک' سیالکوٹ

منیر برادرز' مین بازار جہلم

احمد بک کارپوریشن' اقبال روڈ' راولپنڈی

بنگش بک ڈپو اردو بازار' سیالکوٹ

چوہدری بک ڈپو' مین بازار دینہ

اسلامک بک سنٹر' اردو بازار' کراچی

ضیاء القرآن پبلشرز' گنج بخش روڈ' لاہور

فرید پبلشرز' نزد مقدس مسجد' اردو بازار' کراچی

کتاب گھر' علامہ اقبال روڈ' راولپنڈی

نیو الیاس کتب محل' کچہری بازار' جڑانوالہ

ادریس کتاب محل' مین بازار' منڈی کمبوہ یال

عمر بک سنٹر جی ٹی روڈ سرائے عالمگیر 653057

خان بک ڈپو حافظ آباد

جہانگیر بکڈپو اردو بازار کراچی

شکیل بک ڈپو سمندری

زمان لائبریری ربوہ

الیاس بک ڈپو جلال پور جٹاں

چغتائی بک ڈپو دھڈیال آزاد کشمیر

جالندھر بک ڈپو ڈسکہ

بختار سنز قصہ خوانی بازار' پشاور

الفضل کتاب گھر میر پور آزاد کشمیر

مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد 5-227884

ذیشان بکس ستارہ مارکیٹ G-7 اسلام آباد 2204241

سعد پبلی کیشنز' فرسٹ فلور' میاں مارکیٹ لاہور 7122943

کشمیر بک ڈپو' تلہ گنگ روڈ' چکوال

مسلم بک لینڈ' بینک روڈ' مظفر آباد

یونائیٹڈ بک ہاؤس کچہری روڈ منڈی بہاؤالدین

نیو وہاڑی کتاب گھر' جناح روڈ' وہاڑی 62310

رحمٰن بک ہاؤس' اردو بازار' کراچی

الکریم نیوز ایجنسی' گول چوک' اوکاڑہ

شمائلہ بک ایجنسی' محلہ چوہدری پارک' ٹوبہ ٹیک سنگھ

ہلال کاپی ہاؤس' لیاقت روڈ' میاں چنوں 662650

مکتبہ العلم' ۱۷-اردو بازار لاہور

میاں ندیم' مین بازار' جہلم

دارالادب' تلمبہ روڈ' میاں چنوں

اشرف بک ایجنسی' کمیٹی چوک' راولپنڈی

شمع بک ایجنسی' فیصل آباد

ہاشمی برادرز کتب و رسائل گوردت سنگھ روڈ' کوئٹہ

رضا لائبریری شاہ کوٹ

الاخوان القادری منڈی کارنر اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

نیو نفیس بک ڈپو مین بازار میانوالی

اسلامی کتب خانہ حافظ آباد

نظامی کتب خانہ پاکپتن شریف

خالد کتاب محل اوگوکی' سیالکوٹ روڈ

لاثانی لائبریری ربوہ

سلیمی بک ڈپو احمد پور شرقیہ

الرحمت سٹیشنری ڈسکہ

کاروان بک سنٹر بہاولپور

اتفاق بک ڈپو بھلوال

شاہین بک ہاؤس منڈی بہاؤالدین

بک ٹاؤن F-10 مرکز اسلام آباد 2299604

پاکستان بک ڈپو مین بازار جلال پور جٹاں

خوفِ خدا
مصنف:
ہارون یحییٰ
Rs.200/-
مصنف:
خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور ۷۲۱۳۱۶۹